امیر المومنین کی سیاست کا بصیرت افروز نقشہ

[illegible]

مکتبۃ العلوم ۱۷۳ کراچی

مؤلفہ

فاضل اجل اکمل جناب مولانا السید محمد رضی صاحب قبلہ دامت برکاتہم

باہتمام داروغہ سید محمد عرف چھبّن صاحب مہتمم مطبع

مطبع اثنا عشری الواعظ پریس لکھنؤ

میں چھپ کر مدرسۃ الواعظین سے شایع ہوا

مکتبۃ العلوم
کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الواسع علی خلقہ بلطفہ العمیم۔ والقاھر فوق عبادہ
بامرہ الحکیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم المبعوث بالخلق العظیم
الذی خرج الناس من ضلالھم القدیم وارلھم سبیل الرشد والمنھج القویم
وآلہ المکرمین۔ الذین احیوا عظام السنن وھی رمیم۔ ومحوا آثار البدع
التی ابتدعھا کل افاک اثیم فمن جاءھم بالرضاء والتحکیم فلہ
مغفرۃ من ربہ وجنۃ نعیم۔ ومن اعرض وتولی عنھم فقد کفر والکفر مرتعہ
وخیم ورِیحہ عقیم وعاقبتہ جحیم۔ وعذابہ الیم۔ صلوٰۃ وسلاما قولاً
من رب رحیم۔ کما صلی علی ابراھیم وآلِ ابراھیم۔ اما بعد مخفی نہ ہے
کہ دنیا میں معاش و معاد کے امور کو سطحی نظر سے دیکھنے والے اکثر خیال قائم کر لیتے ہیں کہ ان میں باہم
کوئی تعلق نہیں ہر ایک کو دوسرے سے وہ مغائرت حاصل ہے جو تضاد و تنافی کی حد تک پہونچی ہوئی ہے
امور دنیا کے منتظم بنانے کیلئے آخرت سے کنارکش ہو جانا لازم ہے اور اسی طرح اصلاح آخرت
اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ انسان دنیا سے بالکل دست بردار ہو جائے ایک ہی وقت میں
دونوں کا انتظام پذیر و اصلاح یافتہ ہونا باہمی منافات کے سبب متصور نہیں۔

اس وہم وخیال کا منشا صرف یہ ہوتا ہے کہ قدرت کے طاقتور ہاتھوں نے جو نظام عالم مقرر کیا ہے اُسکو صلاح وفساد کے جانچنے کا معیار بنا کر احوال انسانی کو اُسکے ماتحت دیکھنے کی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ انسانی احوال کو نظام قدرت کے دیکھنے کا آئینہ بنا کر یہ حکم کیا جاتا ہے کہ جو کچھ انسان سے ظاہر ہوتا ہے وہی نظام قدرت ہے اسی سبب سے جبکہ عالم میں دو طرح کے لوگوں کی کثرت نظر آتی ہے ایک وہ زاہد خشک جو دنیا سے اس طرح تعلقات قطع کر لیتے ہیں کہ نہ صرف دنیا و مافیہا بلکہ خود اُن کا وجود بھی اُن کیلئے بالکل عبث اور بیفائدہ ہو جاتا ہے۔ اور اُنکی زبان حال آیہ کریمہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا کی تصدیق کرنے کیلئے کسی طرح تیار نہیں ہوتی۔ دوسرا گروہ سگ دنیا جن کے تمام روحانی وجسمانی قوائے محض امور دنیا کی اصلاح میں صرف ہوتے ہیں اور وہ عملاً معاد کے منکر ہوتے ہیں اگرچہ قولاً انکار نہ کرتے ہوں پس خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ قدرت نے معاش و معاد میں کوئی ربط قائم نہیں کیا ہے اور اس خیال کو پوری قوت اُسوقت حاصل ہو جاتی ہے جبکہ آیات واحادیث میں بھی اُن دونوں کے خواص و احکام ایک دوسرے سے علیحدہ مذکور نظر آتے ہیں اور اُسی خیال کے نتائج فاسدہ میں سے یہ ہے کہ اکثر علماء اسلام نے خلافت نبویہ کو بھی جس کو درحقیقت خلافت الٰہیہ سمجھنا چاہیئے دو قسموں پر منقسم کیا ہے اور اُن کو کسی نے ظاہرہ و باطنہ سے تعبیر کیا ہے اور کسی نے عامہ و خاصہ سے (دیکھو صواعق محرقہ و ازالۃ الخفا)

لیکن نظام قدرت کو نظر دقیق سے دیکھنے والے یہ معلوم کر لیں گے کہ حقیقت اسکے خلاف ہے یعنی معاش و معاد کو قدرت نے نہایت مستحکم سلسلہ میں مرتبط کر رکھا ہے اور ایک کو دوسری کی صلاح و انتظام میں نہایت پر تاثیر دخل ہے اور معاد کی طرح معاش بھی حسن ذاتی سے خالی نہیں اور اسی لئے تمام شرائع الٰہیہ امور دین و دنیا کی اصلاح پر یکساں مشتمل ہیں اور اُنکو دنیا میں لانے والے دونوں کی اصلاح کو ایک طرح پیش نظر رکھتے تھے یہ اور بات ہے کہ انسان اپنی پست ہمتی اور ضعف عقل یا دیگر حالات سے متاثر ہو کر فقط ایک کی جانب توجہ کرے اور دوسرے کو بالکل مہمل چھوڑ دے مگر یہ امر یقینی ہے کہ باوجود اپنی پوری کوشش کے اس جانب کی صلاح و انتظام کی حد کمال تک نہیں

پہونچا سکتا۔ جب تک دینی سیاست کی نگرانی میں اور اسکی معین کردہ حدود کے اندر امور دنیا انجام نہ پائینگے کبھی اصلاح یافتہ نہیں ہو سکتے۔ اور اسیطرح بہت سے امور دنیویہ اسباب دنیویہ کے فراہم نہ ہونے سے کمال انتظام کی بلند سطح تک نہیں پہونچ سکتے سگ دنیا بن جانا آسان ہے مگر انسان عادل بننا مشکل ہے اور اسی طرح زاہد خشک بنجانا سہل ہے مگر کامل بننا دشوار ہے کیونکہ صفت عدالت دینی سیاست سے الگ ہو کر مزاحمت قوائے حیوانیہ کے سبب موجود نہیں ہو سکتی اور نفس انسانی کی قوتوں کا کمال بلکہ ظاہر ہونا بھی اسی پر موقوف ہے کہ دنیا و مافیہا سے تعلقات قائم رکھے یہی وجہ ہے کہ محض دنیادار اور زاہد خشک عالم میں بکثرت پائے جاتے ہیں لیکن وہ لوگ جو نعمات دنیا و آخرت کے یکساں قدرشناس ہوں اور اپنی خداداد قوائے روحانیہ وجسمانیہ کو ایک خاص سیاست کے ماتحت لا کر دونوں کی تحصیل میں یوں کوشاں ہوں کہ ایک دوسرے کی مانع حصول و باعث تلف نہ ہونے پائے اور اس طرح شکر گذاری منعم کا حق بخوبی ادا کرتے ہوئے منعم حقیقی کی اس شہادت "قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ" کے مطابق بہت تھوڑے ہیں

اگر دنیا مطلقاً مذموم ہوتی اور اس کے کسب و طلب میں مشغول ہونا عموماً آخرت سے غافل و محروم ہو جانے کا باعث ہوتا تو قرآن مجید و احادیث رسول میں اسکی طلب میں مصروف ہونیکا حکم نہ دیا جاتا اور کسب اسباب دنیا کو شریعت الٰہیہ بنظر استحسان نہ دیکھتی بلکہ دنیا و مافیہا کی خلقت ہی واقع نہ ہوتی کیونکہ جو شئی فی نفسہ قبیح اور جملہ وجوہ حسن وخوبی سے خالی ہو اُسکا خلق کرنا بھی قبیح ہوگا جس کا صدور خالق حکیم سے عقلاً ناممکن ہے۔ اگر معمولی غور و فکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ دنیا و مافیہا کی خلقت خود اس کے حسن ذاتی کی دلیل ہے اور اس کی ہر شئے عالم آخرت کی طرف رہنما ہے اور یہی وجہ ہے کہ پروردگار عالم نے جناب یوسف و داؤد و سلیمان علیہ السلام اور دیگر عباد صالحین و انبیاء مرسلین کو ملک دنیا و سلطنت روئے زمین کا وارث بنایا اور اُن مومنین صالحین سے جنکا آیۂ استخلاف وغیرہ میں ذکر ہے ساری دنیا کا مالک بنا دینے کا وعدہ فرمایا۔

البتہ دنیا کے حاصل کرنے کے طریقے متعدد و مختلف ہیں اُن میں سے کوئی حسن و ممدوح ہے
اور کوئی قبیح و مذموم لیکن اس سے خود دنیا کا قبیح و مذموم ہو جانا لازم نہیں آتا جسطرح کسی گھر میں
متعدد دروازے ہوں اُن میں سے بعض میں داخل ہونا ممنوع ہو یا ایک ہی دروازہ ہو مگر پشت
خانہ کی جانب سے بھی اندر پہونچ جانا ممکن ہو پس جو لوگ اس ممنوع دروازے یا پشت خانہ سے
داخل ہوں گے وہ یقیناً قابل ملامت و مستحق مذمت قرار پائینگے ۔ اور بسا اوقات سارق سمجھے جائینگے
مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ گھر یا اُس میں رکھی ہوئی چیزیں بھی مذموم ہو جائیں اسی طرح خود
دنیا آخرت سے غافل کر دینے والی نہیں ہے ۔ بلکہ اُسکی ہر شئے کسی نہ کسی عنوان سے آخرت کی خبر
اور اُس کی طرف ترغیب دے رہی ہے اور نہ صرف آخرت بلکہ وجود وحدت خالق اور حضرت
بعثت انبیاء کی شہادت بھی یہی موجودات دنیا دے رہے ہیں اسی وجہ سے پروردگار عالم
نے بے شمار آیات میں ان سے اپنے وجود و وحدت علم و قدرت اور امکان حشر و نشر پر استدلال
فرمایا ہے اگر دنیا و مافیہا انسان کے لیئے اُن امور مذکورہ سے غفلت کا سبب ہوتی تو اُس سے
یاد دلانے کا کام نہ لیا جاتا کیونکہ جس طرح آگ سے تبرید اور پانی سے حراق کا قصد کرنا خلاف عقل ہے
اسطرح باعث غفلت چیزوں سے تذکیر کا کام لینا بھی خلاف حکمت ہوگا نیز اگر دنیا مطلقاً ذکر
الٰہی و دھیان آخرت سے غافل کر دینے والی ہوتی تو اُن لوگوں کو بدرجہ اولیٰ غافل ہو جانا چاہیے
جو حسب منشاء آیہ استخلاف وغیرہا تمام روئے زمین اور جملہ اسباب دنیا کے مالک بنا دیے جائینگے
حالانکہ اُن کی صفت خداوند عالم نے یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا بیان فرمائی ہے
پس فی الحقیقہ جو شئے انسان کو دین سے غفلت اور آخرت سے روگردانی میں مبتلا کر دینے والی
ہے وہ خود انسان کا نفس خبیث ہے اور اُس کی سرکش فوج یعنی قوائے حیوانیہ و شہوات نفسانیہ
ہیں جنکے احکام کی اطاعت کرکے غفلت شعاری میں پڑ جانا محض اہل دولت و ثروت اور کسب
اسباب دنیویہ میں مشغول لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اکثر وہ فاقہ مست بھی اُن سے
زیادہ غافل ملتے ہیں جو اپنی پست ہمتی کے سبب طلب دنیا میں بھی مشغول ہو کر جفاکشی و مشقت

برداشت نہیں کرتے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے شب و روز کے اوقات بیکاری میں گذار دیتے ہیں
بالجملہ اگر نفس امارہ و قوائے حیوانیہ مہذب و مرتاض ہو کر قوت عقلیہ کے مطیع ہو جائیں تو تمام اسباب
دنیویہ بھی انسان کو ظلمت غفلت میں نہیں ڈال سکتے بلکہ وہ سب کے سب فضل الٰہی و اسباب آخرت
بن جائینگے اور انکی طلب و اُن سے منتفع ہونے میں ہر فعل و حرکت عین عبادت و زاد آخرت بن
جائیگی اور وہی قوائے شہویہ جو باعث ہلاکت ہوتے باعث صلاح آخرت و حسن عاقبت ہو جائینگے
علامہ ابن خلدون نے اس مطلب کی پوری توضیح اپنے مقدمہ تاریخ میں کی ہے جو فوائد
عظیمہ پر مشتمل ہے اسلیئے یہاں بھی نقل کر دینا مناسب معلوم ہوا ۔ وھو ھذا

واعلم ان الدنیا کلها واحوالها عند
الشارع مطیة للاخرة ومن فقد المطیة
فقد الوصول ولیس مراده فیما ینهی عنه او یذمه
من افعال البشر او یندب الی ترکه اهماله بالکلیة
او اقتلاعه من اصله وتعطیل القوی التی ینشأ
علیها بالکلیة انما قصده تصریفها فی اغراض
الحق جهد الاستطاعة حتی تصیر المقاصد
کلها حقا وتتحد الوجهة کما قال صلعم من
کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله
ورسوله ومن کانت هجرته الی دنیا
او امرأة یتزوجها فهجرته الی ما
هاجر الیه فلم یذم الغضب و هو
یقصد نزعه من الانسان فانه
لو زالت منه قوة الغضب

تم یہ معلوم کر لو کہ کل دنیا اور احوال دنیا شارع کے نزدیک منزلہ ایک
سواری کے ہیں آخرت تک پہونچنے کے لیئے بس جسکے پاس سواری
نہ ہوگی وہ منزل تک پہونچنے سے قاصر رہے گا اور
شارع کو تم جن بشری افعال کی ممانعت و مذمت کرتے یا
اُن کے ترک کا حکم دیتے دیکھتے ہو تو اُس سے مقصود یہ نہیں ہے کہ
وہ بالکلیہ ترک کر دیے جائیں اور انکو اصل ہی سے اکھاڑ کر پھینک دیا
جائے اور وہ قوی بالکل معطل کر دیے جائیں جن سے اُنکی نشو و نما ہوتی
ہے ۔ بلکہ اُس کا تو فقط اتنا مقصود ہے کہ جہاں تک ہو سکے اغراض
حق میں صرف کیے جائیں تا کہ تمام مقاصد حق ہو جائیں اور سب کی
جہت متحد ہو جائے جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جس کا مقصود
ہجرت خدا اور رسول ہونگے اُسکی ہجرت انہیں کیطرف ہوگی اور جس کا مقصود ہجرت
دنیا یا کوئی عورت ہوگی جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہو تو اُسکی ہجرت اُنہیں
کیطرف ہوگی بالجملہ شارع نے غضب کی جو مذمت کی ہے تو اس سے یہ مقصود
نہیں ہے کہ وہ قطعی انسان سے زائل ہو جائے کیونکہ اگر اس قوت پر زوال

فقد منه الانتصار للحق والجهاد
واعلاء كلمة الله وانما يذم الغضب للشيطان
وللاغراض الذميمة فاذا كان الغضب
لذلك كان مذموما واذا كان الغضب
في الله ولله كان ممدوحا وهو من شمائله
صلعم وكذا ذم الشهوات ايضا ليس
المراد ابطالها بالكلية فان من بطلت شهوته
كان نقصا في حقه وانما المراد تصريفها
فيما ابيح له باشتماله على المصالح ليكون
الانسان عبدا متصرفا طوع الاوامر الالهية
وكذا العصبية حيث ذمها الشارع وقال
"لن تنفعكم ارحامكم ولا اولادكم،،
فانما مراده حيث تكون العصبية على
الباطل واحواله كما كانت في الجاهلية
وان يكون لاحد فخر بها او حق على احد
لان ذلك مجان من افعال العقلاء وغير
نافع في الآخرة التي هي دار القرار
فاما اذا كانت العصبية في الحق
واقامة امر الله فامر مطلوب
ولو بطل لبطلت الشرائع اذ لا يتم
قوامها الا بالعصبية

آجائے تو نصرت حق و جہاد کا عدم اور اعلائے کلمۃ اللہ کا مفقود
ہوجانا بھی لازم ہوجائیگا پس مقصود فقط اُس غضب کی
مذمت کرنا ہے جسکا داعی شیطان اور اغراض ذمیمہ ہوں
کیونکہ جب منشاء غضب یہی ہو تو قابل مذمت ضرور ہوگا اور
اگر خدا کی راہ میں اور اُسی کی خوشنودی کے لیے ہو تو ممدوح
ہوگا اور ایسا غیظ و غضب خود آنحضرت کے خصائل میں سے
تھا اور اسیطرح شہوات کی مذمت کرنے سے اُسکا مطلقاً ابطال
مقصود نہیں ہے کیونکہ انسان کی قوت شہویہ بالکل ہی
فنا ہوجائے تو یہ اُسکے حق میں نقص ہوگا لہذا مقصود فقط اتنا
ہے کہ وہ اُنھیں امور میں صرف کیجائے جو مصالح پر مشتمل
ہونے کی وجہ سے مباح قرار دیے گئے ہیں تاکہ انسان اوامر
الٰہیہ کی اطاعت کرنے والا بندہ بن جائے۔ اسی طرح
عصبیت کی جو مذمت شارع نے کی ہے اور کہا ہے کہ "تم
کو تمھارے قرابت دار اور اولاد کچھ بھی نفع ہرگز نہیں دے
سکتی ،، تو اُس سے مراد اُس عصبیت کی مذمت ہے جو باطل پر
ہو جیسے کہ ایام جاہلیت میں ہوا کرتی تھی اور یہ کہ کسی کو اُسکا
فخر یا دوسرے پر اُس سے کوئی حق قائم کرنا ہو کیونکہ یہ ایک
فعل عبث ہے اور آخرت میں جو کہ دائمی قرارگاہ ہے کچھ بھی
نفع بخش نہیں لیکن جبکہ عصبیت حق اور امر الٰہی کے قائم کرنے
میں ہو تو وہ عین مطلوب ہے اور اگر وہ نہ ہو تو تمام شرائع
فنا ہوجائیں گے کیونکہ اُن کا قوام بغیر عصبیت کے پورا

كما قلناه من قبل وكذا الملك
لما ذمه الشارع لم يذم منه
الغلبة بالحق وقهر الكافة على الدين
ومراعاة المصالح وانما ذمه
فيه من التغلب على الباطل وتصريف
الآدميين طوع الاغراض
والشهوات كما قلنا فلو كان
الملك مخلصا في غلبته للناس
انه لله ولحملهم على
عبادة الله وجهاد عدوه
لم يكن مذموما وقد قال
سليمان صلوات الله عليه
رب هب لي ملكا لا ينبغي
لاحد من بعدي لما علمه
من نفسه انه
بمعزل عن الباطل
في النبوة والملك

مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر
(صفحہ ۱۱۱)

نہیں ہوسکتا (یعنی اگر دینی و مذہبی عصبیت مطلوب
اُس سے نکل جائے تو پھر دین و مذہب کے تحفظ کی طرف کسی
کو توجہ نہ ہوگی اور اس طرح اُسکے آثار باطل ہوجائینگے،
جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں علی ہذا القیاس ملک و
سلطنت کی جو مذمت شارع نے کی ہے تو غلبہ بالحق اور
امور دینیہ اور مصالح شرعیہ کی مراعات پر عامۃ الناس
کو مقہور کرنے کی مذمت نہیں کی ہے بلکہ فقط اُس تغلیب
کی مذمت کی ہے جو باطل پر ہو اور اپنی ذاتی اغراض و
شہوات کی طرف لوگوں کو پھیر لینا مقصود ہو جیسا کہ ہمنے
پہلے بیان کیا پس اگر لوگوں پر غلبہ حاصل کرنے سے
بادشاہ کی غرض یہ ہو کہ وہ خدا کے لیے ایسا کر رہا ہے اور
اس لیئے کہ لوگوں کو خدا کی عبادت اور دشمنان خدا
سے جہاد کرنے پر آمادہ کرے تو وہ ملک مذموم نہ ہوگا جو
جناب سلیمان نے (جو ملک و سلطنت کی خواہش کی اور)
یہ فرمایا کہ اے پروردگار مجھے ایسا ملک عطا کر جو میرے
بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو ،، تو اسی سبب سے کہ آپ اپنے
نفس کی بابت یہ جانتے تھے کہ وہ نبوت اور ملک کے
معاملہ میں باطل سے دور رہنے والا ہے۔؟

استدلال آیات قرآن وکلام معصومین سے

اس مقام پر چند آیات قرآن وکلمات معصومین کا نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جن سے میرے کلام کی پوری تائید ہوتی ہے اور حقیقت امر سے شبہات دور ہو سکتے ہیں۔

(۱) هوالذی سخر البحر لتأکلوا منه لحما طریا وتستخرجوا منه حلیة تلبسونها وتری الفلك مواخر فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون۔

(۱) وہی خدا ہے جسنے دریا کو تمھارے قبضہ میں کر دیا تاکہ تم اُسمیں سے تازہ گوشت (مچھلیوں کا) کھاؤ اور سے زیور (موتی وغیرہ) نکالو جسکو تم پہنا کرتے ہو اور تم کشتیوں کو اسمیں آتے جاتے دیکھتے ہو اور دریا کو تمھارے (نفع) اسلئے کیا ہے کہ اُسکے فضل (نفع تجارت) کی تلاش کرو اور تاکہ (اس سے) تم شکرگزار ہو جاؤ۔

۲۔ فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله واذکروا الله کثیرا لعلکم تفلحون

(۲) پس جب نماز ادا ہو جائے تو زمین پر منتشر ہو جاؤ خدا کا فضل تلاش کرو اور خدا کو بہت یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح یافتہ ہو جاؤ۔

۳۔ وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللهِ۔

(۳) اور دوسرے لوگ زمین پر خدا کے فضل کی تلاش میں سفر اختیار کرینگے۔

ان آیات میں خداوند عالم نے کسب مال کا حکم دینے اور اُس کو مستحسن ظاہر کرنے پر اکتفا نہیں فرمائی بلکہ نفع تجارت کو اپنے فضل سے تعبیر فرمایا ہے جس کو مذموم کہنے کی جرات کوئی عاقل نہیں کر سکتا۔

۴۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ۔

(۴) جن لوگوں نے بھلائی کی اُنکے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو انکے لیے بہتر ہی ہے

یہ آیت صاف لفظوں میں ظاہر کر رہی ہے کہ حسنات دنیا و آخرت کا ایک ساتھ حاصل ہو جانا ممکن ہے البتہ دونوں کی طرف صدق توجہ و حسن طلب شرط ہے۔

۵۔ ضرب الله مثلاً عبداً مملوکا لا یقدر علی شئ ومن رزقناه منا رزقا حسنا فهو ینفق منه سرا وجهرا هل یستوون۔

(۵) خدا نے مثل بیان کی ہے کہ ایک غلام دوسرے کی ملک ہے اور اسکو کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص جسکو ہمنے اپنی بارگاہ سے اچھی روزی دی ہے وہ اسمیں سے خفیہ و علانیہ (ہماری راہ میں) خرچ کرتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عبد مملوک جو اپنی بے زری کے سبب کسی امر خیر پر قدرت نہیں رکھتا اُس صاحب دولت و ثروت کے برابر نہیں ہو سکتا جو اپنے رزق حسن و مال طیب کو راہ خدا میں خفیہ و علانیہ طور سے صرف کرتا ہو جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے اعمال خیر جو اصلاح آخرت کے لیے لازم ہیں اسباب و اموال دنیویہ پر موقوف ہیں لہذا وہ ممدوح ہونگے نہ کہ مذموم البتہ اگر اُنکو کسب خیرات و تحصیل حسنات کا وسیلہ نہ بنایا جائے تو بظاہر مذموم کہے جاسکتے ہیں لیکن اس صورت میں فی الحقیقت انسان کا بخل اور ان کے جمع رکھنے پر فریفتہ ہونا یا محض دنیا کے عیش و راحت کا وسیلہ بنانا جو کہ خست نفس و غلبۂ شہوات حیوانیہ کا نتیجہ ہے قابل ملامت و لائق مذمت ہوگا خود اُنکے حسن و خوبی میں اس سے کوئی خلل واقع نہیں ہو سکتا جن آیات و احادیث میں دنیا اور اُسکے اموال و اسباب کی قباحت و مذمت ظاہر کی گئی ہے وہ اسی لحاظ سے ہے کہ مواقع کسب خیر و فلاح آخرت میں صرف نہ کیے جائیں بلکہ اُن کو حاصل کر کے ذخیرہ رکھنا یا چند روزہ عیش و راحت میں خرچ کر دینا ہی مقصود بالذات ہوا اور وہ بھی انسان کے خست نفس اور سوء اختیار کی مذمت کی گئی ہے نہ کہ دنیا اور اسباب دنیا کی۔

اس مطلب پر عالم ربانی و معلم روحانی امیر المومنین علیہ السلام کے اس کلام سے پوری روشنی پڑتی ہے جس سے آپنے کسی ایسے شخص کو مخاطب فرمایا تھا جو دنیا کی مذمت کر رہا تھا اور وہ یہ ہے:۔

ایها الذام للدنیا المغتر بغرورها المنخدع باباطیلها ثم تذمها اتغتر بالدنیا ثم

اے وہ دنیا کی مذمت کرنے والے جو خود ہی تو اسکے دھوکے میں آیا ہوا ہے اور اُسکے اباطیل سے فریب خوردہ ہو اور پھر (الٹے) اُسکی مذمت کر رہا ہے تو خود ہی دنیا پر فریفتہ ہوا اور پھر

maaablib.org

أتذمّها أنت المتجرّم عليها أم هي المتجرّمة عليك متى استهوتك أم متى غرّتك أبمصارع آبائك من البلى أم بمضاجع أمّهاتك تحت الثرى كم علّلت بكفّيك وكم مرّضت بيديك تبتغي لهم الشفاء وتستوصف لهم الأطباء لم ينفع أحدهم إشفاقك ولم تسعف بطلبتك ولم تدفع عنه بقوّتك وقد مثّلت لك الدنيا به نفسك وبمصرعه مصرعك إنّ الدنيا دار صدق لمن صدقها ودار عافية لمن فهم عنها ودار غنى لمن تزوّد منها ودار موعظة لمن اتّعظ بها مسجد أحبّاء الله ومصلّى ملائكة الله ومهبط وحي الله ومتجر أولياء الله اكتسبوا فيها الرحمة وربحوا فيها الجنّة

انکی مذمت کے بھی درپے ہے (بتا تو سہی) کہ کب اسنے تجھے دھوکہ میں ڈالا اور کب تجھکو فریفتہ کیا؟ کیا ان مقامات کے دکھانے سے جہاں فنا کے ہاتھوں نے تیرے باپ دادا کو پچھاڑا اور تجھکو فریب دیا یا اس سے کہ زمین کے نیچے تیری ماؤں کی خوابگاہ (بنائی) تو نے خود اپنے ہاتھوں سے انکی خدمتیں کتنی کیں اور کتنی تیمارداری کی ان کے لیے شفا کا خواہاں رہا اور اطبا سے اوصاف و خواص دواؤں کے پوچھا پھر اگر تیرے خوف نے نہیں سے کسی کو کچھ بھی نفع نہ دیا اور تیرا مطلوب (مطلق) حاصل نہ ہو سکا اور تو نے اپنی قوت سے (مرض اور موت کو) ان سے دفع (نہ) کیا دنیا نے انکے ذریعہ خود تیری حالت کی تصویر تیرے سامنے پیش کردی اور انکی موت سے ایک مثال تیرے لیے قائم کردی (پس دنیا نے تجھ کو نصیحت دی عبرت دی یا دھوکہ و فریب دیا؟) بے شبہہ دنیا سچائی کا گھر ہے اس شخص کے لیے جو اس سے سچائی کا برتاؤ کرے اور خانۂ عافیت ہے اسکے واسطے جو اسکی باتوں کو سمجھے اور خانۂ استغنا ہے اسکے لیے جو اس سے زاد آخرت حاصل کرے اور مقام موعظہ ہے اسکے لیے جو اس سے نصیحت لے دنیا خدا کے دوستوں کی سجدہ گاہ اور ملائکہ کی جائے عبادت اور وحی الٰہی کا مقام نزول اور اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے جنھوں نے اس میں رحمت الٰہی حاصل کی و جنت نفع میں

فمن ذا يذمّها وقد آذنت ببينها ونادت بفراقها ونعت نفسها وأهلها فمثّلت لهم ببلائها البلاء وشوّقتهم بسرورها إلى السرور راحت بعافية وابتكرت بفجيعة ترغيباً وترهيباً وتخويفاً وتحذيراً فذمّها رجال غداة الندامة وحمدها آخرون يوم القيامة ذكّرتهم الدنيا فتذكّروا وحدّثتهم فصدّقوا ووعظتهم فاتّعظوا (نہج البلاغۃ باب الحکم)

کمائی۔ کس کو دنیا کی مذمت کرنے کا حق ہے حالانکہ وہ خود اپنی جدائی کی خبر دے رہی ہے اور خبر فراق پکار پکار کر سنا رہی ہے اور اپنے اہل کے فنا کی نشانی خود بیان کر رہی ہے اسنے اپنی بلاؤں سے بلائے آخرت کی تصویر کھینچ دی ہے اور وہ اپنے سرور سے سرور آخرت کا شوق دلا رہی ہے شام تو عافیت کے ساتھ کرتی ہے اور صبح کسی مصیبت کیساتھ لاتی ہے تاکہ انہیں آخرت کیطرف راغب بنائے اور (اپنی برائیوں سے) ڈرائے پس صبح ندامت (یعنی قیامت میں) کچھ لوگ اسکی مذمت کرینگے اور کچھ دوسرے لوگ اسکی تعریف کرینگے جنکو اس نے یاد دلایا پس انھوں نے یاد کر لیا اور (عبرت خیز) باتیں کہیں تو انکی تصدیق کی اور نصیحت کی تو قبول کر لیا۔

نیز صلاح دنیا و فلاح آخرت کا ایک ساتھ حاصل ہو سکنا حضرت کے ایک خطبہ میں تصریحاً مذکور ہے جس کے چند فقرے یہ ہیں۔

وكذلك المرء المسلم البريء من الخيانة ينتظر من الله إحدى الحسنيين إما داعي الله فما عند الله خير له وإما رزق الله فإذا هو ذو أهل ومال ومعه دينه وحسبه

اسی طرح وہ مرد مسلم جو خیانت سے پاک ہو من جانب خدا دو بھلائیوں میں سے ایک کا منتظر رہتا ہے یا داعی خدا (ملک الموت) کا پس جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ اس کے حق میں بہتر ہے یا خدا کے رزق کا پس وہ دنیا میں صاحب اہل و مال ہو جاتا ہے اور دین و حسب بھی اسکے پاس رہتا ہے۔

ان المال والبنین حرث الدنیا والعمل الصالح حرث الآخرة وقد یجمعهما اللہ لاقوام

مال و اولاد تو دنیا کی کھیتی ہیں اور عمل صالح آخرت کی اور بعض اقوام میں خدا دونوں کو جمع کر دیتا ہے

(نہج البلاغۃ)

رہنمائے قوم کے لیے اتباع رعیت شرط سیاست و انتظام ہے

بالجملہ امور دین و دنیا کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے اور نہ ایک کی سیاست دوسرے سے علیحدہ ہے البتہ ایک خاص قوت نفس اور خاص ریاضت تو اس کی احتیاج ضرور ہے اور اتنی ہی شرط پر انحصار صرف انھیں لوگوں کے لیے ہے جو محض اپنے ذاتی امور معاش و معاد کو اصلاح پذیر بنانا چاہتے ہوں ورنہ جو لوگ رئیس قوم و امیر ملت ہوں اور خلق اللہ کے جملہ امور دین و دنیا کو اسطرح منتظم بنانا چاہتے ہوں کہ دینی سیاست کے حدود سے قدم آگے نہ بڑھنے پائے ان لوگوں کے مقصود کے حاصل ہونے کے لیے ایک اہم شرط اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ماتحت لوگوں میں اتباع و اطاعت کے خیالات و دینداری کے جذبات کافی موجود ہوں ورنہ افتراق و اختلاف کی وجہ سے انکی سیاست کا مقصد پورا نہ ہو سکے گا جیسا کہ امیر المومنین صلواۃ اللہ علیہ نے ایک خطبہ میں اہل کوفہ کی بے وفائیوں سے تنگدل ہو کر فرمایا ہے۔

یا اشباہ الرجال ولا رجال حلوم الاطفال وعقول ربات الحجال لوددت انی لم ارکم ولم اعرفکم معرفۃ واللہ جرت ندما واعقبت سدما قاتلکم اللہ لقد ملأتم قلبی قیحا و شحنتم صدری غیظا وجرعتمونی نغب التہمام انفاسا وافسدتم علی رأیی بالعصیان والخذلان حتی قالت قریش

اے مرد صورت نامردو! اور بچوں اور عورتوں کی سی (ناقص) عقل والو! کاش میں تمھیں نہ دیکھتا اور تم سے مجھے جان پہچان نہ ہوئی ہوتی جسکا پھل ندامت ہی ملا اور انجام رنج و افسوس ہی ہوا تم پر خدا کی مار۔ تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا یعنی زخم ڈال دیئے اور غم و غصہ سے پر کر دیا۔ اور فکر و اندوہ کے گھونٹ پلائے اور نافرمانی و ترک نصرت سے میری رائے فاسد کر دی یہاں تک کہ قریش کہنے لگے

ان ابن ابی طالب رجل شجاع ولکن لا علم لہ بالحرب للہ ابوہم وہل احد منہم اشد لہا مراسا واقدم فیہا مقاما منی لقد نہضت فیہا وما بلغت العشرین وہا انا قد ذرفت علی الستین ولکن لا رأی لمن لا یطاع۔

(نہج البلاغۃ)

کہ ابن ابی طالب مرد شجاع تو ضرور ہیں لیکن فن حرب سے ناواقف ہیں بھلا قریش میں کوئی ایسا بھی ہے جو جنگ کی مشق و مہارت مجھ سے زیادہ رکھتا ہو اور اس فن میں مجھ سے آگے بڑھا ہوا ہو میں ابھی بیس سال کی عمر تک بھی نہیں پہونچا تھا کہ لڑائی میں اٹھ کھڑا ہوا اور اب میرا سن ساٹھ سے متجاوز ہو چکا ہے۔ لہذا مجھ سے زیادہ فنون جنگ کا ماہر اور کون ہوگا؟ لیکن اس شخص کی کوئی رائے نہیں ہوا کرتی جسکی اطاعت ہی نہ کیجاتی ہو۔

سیاست انبیاء کی ناکامی کا سبب

اور یہی وجہ ہے کہ دینی سیاست پر قدم رکھنے والوں کے مقابلہ میں وہ لوگ اکثر اپنے مقاصد میں کامیاب رہے ہیں جو محض دنیا پرست تھے اور دنیوی سیاست کے دائرے کو دینی سیاست کے حدود میں محدود نہ رکھتے تھے چنانچہ انبیاء و رسل کے سیاسیات کا فراعنۂ امم کی تدبیروں کے مقابلہ میں بظاہر مغلوب رہنا اسی پر مبنی تھا جناب موسیٰ کی سیاست فرعون اور جبابرہ شام کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکی محض اسلیے کہ آپ کی قوم آپکے احکام کی تابع نہ تھی اور اکثر تابعین شدید انحراف و اختلاف میں مبتلا تھے جسکی مختصر کیفیت قرآن مجید میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے:۔

یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین قالوا یا موسیٰ ان فیہا قوما جبارین

اے میری قوم! (شام کی) اس مقدس سرزمین میں جاؤ جہاں خدا نے تمہارے لیے (حکومت) مقرر کر دی ہے اور (دشمن کے مقابلہ میں) پیٹھ نہ پھیرو کہ تمھیں ناکام ہی پلٹ جانا پڑے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے موسیٰ! اس ملک میں تو زبردست قوم آباد ہے

انا لن ندخلها حتی یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانا داخلون قال رجلان من الذین یخافون انعم اللّٰہ علیهما ادخلوا علیهم الباب فاذا دخلتموہ فانکم غالبون وعلی اللّٰہ فتوکلوا ان کنتم مؤمنین قالوا یا موسیٰ انا لن ندخلها ابدا ما داموا فیها فاذهب انت وربك فقاتلا انا لههنا قاعدون قال رب اِنّی لا املك الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین

جب تک کہ وہ لوگ اس میں سے نکل نہ جائیں ہم کبھی پاؤں نہ دھرینگے ہاں اگر وہ لوگ خود اس میں سے نکل جائیں تو ہم البتہ جائیں گے (تب) دو شخصوں نے (جو خدا کا) خوف رکھتے تھے (اور) جن پر خدا نے اپنی نعمتیں نازل کی تھیں یہ کہا کہ ان لوگوں پر حملہ کرکے (بیت المقدس) کے دروازے میں داخل ہو جاؤ اندر پہونچتے ہی تم (انپر) غلبہ پا جاؤ گے اور اگر تم باایمان ہو تو خدا پر بھروسہ کرو۔ وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ جب تک وہ لوگ اس میں موجود رہیں گے ہم تو کبھی جانے کے نہیں پس تم اور تمہارا خدا (دونوں) جاکے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں (تب موسیٰ نے عرض کی اے پروردگار میں اپنی ذات اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر قابو نہیں رکھتا پس ہمارے اور ان نافرمان لوگوں کے درمیان جدائی ڈالدے (ہم کو ان کے ساتھ رہنا گوارا نہیں)۔

اسی طرح جناب سرور کائنات کے سیاسیات میں منافقوں کی تدبیروں کی وجہ سے کاوٹ پڑتی رہی اور نہ صرف منافقین بلکہ اصحاب مومنین میں بھی حق اطاعت ادا کرنے کے کافی خیالات و کامل جذبات کا قحط تھا اور اسلیے سفر و حضر جنگ و صلح اسروفد اتقسیم صدقات و اموال غنیمت غرض جملہ امور میں انتشار و اختلال واقع ہو کر رہتا تھا تا اینکہ آخر دور رسالت تک امور مہمہ میں انضباط تام حاصل نہ ہو سکا خواہ فرط محبت و شفقت سے ہو یا کسی غلط فہمی سے شدید ترین اختلافات و تنازع واقع ہوتا رہا جس سے اس صاحب خلق عظیم کا قلب مبارک بھی متاثر ہوئے بغیر نہ

رہ سکا اور درحقیقت آپ پہلے بھی افسردہ دل و غضبناک ہی رہتے تھے جیسا کہ واقعات کثیرہ سے ثابت ہوتا ہے اُن میں سے دو یہاں نقل کیے جاتے ہیں باقی کے لیے کتب سیر و تواریخ کو دیکھنا چاہیے:-

اصحاب رسول ﷺ آپکے حکم کی مخالفت کرتے تھے

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کتاب مدارج النبوۃ میں واقعات غزوہ حدیبیہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:- (جلد دوم مطبوعہ مطبع نولکشور صفحہ ۲۹۱)

پہلا واقعہ

چوں کتابت صلحنامہ بآخر رسید و جمعے از اعیان صحابہ و بعضے مشرکین نیز گواہی خود را نوشتند آنحضرت صلعم باصحاب فرمود کہ اکنون برخیزید بد ختران ہدی خود را بکشید و سر خود را بتراشید و از احرام برآئید و از بسکہ وحشت و ملال از رجوع باعتمار بایشان راہ یافتہ بود ہیچ یکے از صحابہ برنخواست و بامتثال امر قیام نہ نمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خشم آلود بخیمہ ام سلمہ در آمد و از توقف صحابہ در امتثال امر شریف شکایت فرمود انتہے بقدر الحاجہ:-

یہ واقعہ تقریباً تمام کتب مبسوطہ تفاسیر و تواریخ میں مذکور ہے اور اسکی صحت کی دلیل اس امر سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی شہرت اہل تفسیر و تواریخ کے حلقہ تک محدود نہیں بلکہ فقہائے ملت بھی۔ کمال وثوق و اعتماد کے سبب اس سے استنباط قواعد و استخراج اصول کرتے نظر آتے ہیں جنمیں سے علامہ ابن قیم بھی ہیں چونکہ اُن کی تحریر سے اصل واقعہ پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے اس لیے بعینہ نقل کی جاتی ہے:-

ومنها الامر المطلق فی الفور و الّا لم یغضب لتاخیرهم الامتثال عن وقت الامر وقد اعتذر عن تاخیرهم الامتثال بانهم:-

اور انھیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امر مطلق فور پر دلالت کرتا ہے (یعنی اسکی تعمیل فوراً بدون تاخیر واجب ہے) اگر ایسا نہ ہوتا تو آنحضرت صحابہ پر اس لیے غضبناک نہوتے کہ اُنھوں نے وقت صدور امر سے تعمیل میں تاخیر کی اور بعض لوگوں نے اُن کی تاخیر امتثال کی بابت یہ عذر پیش کیا ہے۔ کہ از بسکہ وہ لوگ اس حکم کے

كانوا يرجون النسخ فاخروا متأولين لذلك وهذا الاعتذار اولى ان يعتذر عنه وهو باطل فانه لو فهم منهم ذلك لم يشتد غضبه لتاخير امره ويقول مالي لا اغضب وانا آمر بالامر فلا اتبع انتهى بقدر الحاجة :۔
(زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۸۷)

منسوخ ہو جانے کی امید باندھے ہوئے تھے لہذا اسی خیال سے (کہ شاید منسوخ ہو جائے) امتثال امر میں تاخیر کی (ابن قیم کہتے ہیں کہ) کہ یہ عذر ایسا بدتر از گناہ ہے کہ خود اسی کی بابت عذر طلب کرنا انسب اولیٰ ہے۔ اگر فی الواقع آنحضرت یہی سمجھتے ہوتے تو تاخیر امتثال کی وجہ سے آپکا غیظ و غضب نہ بھڑکتا اور یہ نہ فرماتے کہ "آخر میں کیوں غضبناک نہ ہوں جبکہ میں ایک حکم دے رہا ہوں اور لوگ میرا اتباع نہیں کرتے":۔

دوسرا واقعہ ۲ عن عائشة انها قالت قدم رسول الله صلعم لاربع مضين من ذي الحجة او خمس فدخل علی وهو غضبان فقلت من اغضبك يا رسول الله ادخله الله النار قال اوما شعرت اني امرت الناس بامر فاذا هم مترددون (صحیح مسلم)

۲۔ عائشہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم چار پانچ تاریخیں ذیحجہ کی گزر جانے کے بعد (مکہ میں) وارد ہوئے پس (ایک دن) آپ میرے پاس غصہ میں بھرے تشریف لائے میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو کس نے برہم کر دیا خدا اسکو جہنم میں داخل کرے؟ فرمایا کیا انھیں نہیں معلوم کہ میں نے ایک حکم لوگوں کو دیا ہے۔ لیکن وہ لوگ اسکے ماننے میں پس و پیش کر رہے ہیں:۔

شارح نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں دیکھو شرح نووی جلد اول مطبوع مطبع نولکشور صفحہ ۳۹

اما غضبه فلانتهاك حرمة الشرع۔

آنحضرت صلعم کے غضب کا سبب یہ تھا کہ اصحاب کی نافرمانی سے حرمت شرع برباد ہو رہی تھی

وترددهم في قبول حكمه وقد قال الله فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما نغضبه صلعم لما ذكرناه من انتهاك حرمة الشرع والحزن عليهم في نقص ايمانهم بتوقفهم۔ انتهى بقدر الحاجة

اور وہ آپ کا حکم ماننے میں متردد تھے اور خدائے تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ "(اے رسول قسم تمہارے رب کی) یہ لوگ باایمان نہیں بن سکتے جب تک کہ تمھیں اپنے جھگڑوں میں حکم نہ بنائیں (اور پھر جو کچھ تم فیصلہ کر دو اس سے کسی طرح دل تنگ نہ ہوں بلکہ بخوشی اسکو مان لیں" پس حضرت کا غصہ اسی ہتک حرمت شرع کی وجہ تھا اور اس حکم کی تعمیل میں توقف کرنیسے جو ان کے ایمان میں نقص ظاہر ہو رہا تھا اس سے محزون تھے

ف یہ واقعہ غالباً اہل فہم کے نزدیک واقعہ بالا سے زیادہ قابل لحاظ ہوگا کیونکہ صلح حدیبیہ کے وقت صحابہ کرام سے اوامر رسول کے امتثال میں جو تردد و تامل ظاہر ہوا وہ بعض ناگوار و خلاف امید حوادث کا نتیجہ تھا اور شک و تردد بھی تو آخر انسان ہی کا خاصہ ہے اور اس سے تقصیر بھی تو کبھی ہو جایا کرتی ہے، نیز جبکہ قومی حمیت اور دینی عصبیت اعتدال سے زیادہ دلمیں پیدا ہو جاتی ہے تو اس قسم کے واقعات کے حادث ہونے میں قصد و اختیار کا دخل باقی نہیں رہتا بلکہ سراسر اضطرار سے حادث ہو جایا کرتے ہیں لہذا قابل استعجاب و استبعاد نہیں ہو سکتے۔ علاوہ اسکے ختم دور رسالت کے آثار ابھی بالکل نمایاں نہ تھے لہذا اگر احکام رسول کی عمداً مخالفت سے حسنات میں کسی طرح کا نقص آجاتا تو انواع و اقسام کی عبادات و ریاضات خیرات و صدقات سے بدل یا تحلل کر لینے کے لیے وقت کافی وسعت رکھتا تھا اور اس لیے ایک معصیت باطمینان تمام ہزار کار ثواب عمل میں لانے کا وسیلہ بن سکتی تھی جیسا کہ حضرت عمر کی بابت مورخین اسلام نے لکھا ہے کاش دیگر حضرات بھی ایسے ہی موفق ہو جاتے لیکن حجة الوداع کا وہ موقع تھا کہ آنحضرت صلعم کبھی "یا ایها الناس لعلی لا ارانی

بالجملہ روایت صحیح مسلم سے اچھی طرح منکشف ہوا کہ آخر دور رسالت تک اصحاب کی سترابی آنحضرت صلعم کی سیاست میں خلل انداز رہی اور جب اس وقت تک یہ حالت تھی تو اس سے پہلے جو کچھ اختلال و انتشار رہا ہو گا وہ ظاہر ہے اسکے فی الجملہ مفصل طور سے معلوم ہو جانے کیلئے علامۂ ابن ابی الحدید المعتزلی کی یہ تحریر کافی ہے :۔

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۱۷

دایاکم نجتمع فی ھذ المجلس ابدا" فرماکر اور کبھی "اسمعوا قولی فعسیتم ان لا ترونی بعد عامکم ھذا ارشاد کر کے اپنی رحلت کی خبر دے رہے تھے اس لیئے ایمان و عرفان کا تو کیا ذکر ہے محض صحبت قدیمہ و تعارف دیرینہ ہی کا تقاضا یہی تھا کہ اُن کے آخری احکام کی تعمیل میں تردد و تأمل سے کام نہ لیا جاتا ناظرین روایت مذکورہ کو پہلے یہ تحقیق کرنی چاہیئے کہ آیا ان اصحاب با وفا و یاران باصفا کے سینوں میں دل تھے یا نہ تھے اسکے بعد ایمان کی تلاش مناسب ہے۔

اہل انصاف! غور کرو۔ یہ ہیں آسمان ہدایت کے وہ روشن ستارے جن کی بابت حدیث "اصحابی کالنجوم" بیان کی جاتی ہے اور سارے عالم کیلئے ان کی اقتدا باعث نجات بتائی جاتی ہے اور یہ ہیں برج عدالت کے وہ درخشاں ستارے جن کی شان "کلھم عدول" ظاہر کی جاتی ہے اور علامہ ابن حجر جیسے خوش اعتقاد تو اُن کی ذوات میں صفت عدالت ہی ثابت کرنے پر اکتفا نہیں فرماتے بلکہ عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں اور معمولی نسبت خطا سے بھی نعل در آتش ہو کر توبہ و استغفار کے تمام مراحل طے کر جاتے ہیں **کون** ہے جو ان حضرات سے پوچھے کہ جب ان اہل ایمان و عدالت نے آخر دور رسالت تک آنحضرت صلعم کے احکام شریفہ کی مطلق پروانہ کی بلکہ بہ کمال جرأت روبرو ایسی مخالفت کرتے رہے جس سے آپکا حلم و کرم مانع غیظ و غضب نہ ہو سکا تو آخر بعد عہد رسالت وہ کونسا امر جدید حادث ہو گیا جس سے ان کے لیئے خلاف احکام نبویہ عمل کرنا ممکن ہو گیا

کان ابو جعفر بن ابی زید الحسنی نقیب البصرة اذا حدثناه فی ھذا یقول انہ لا فرق عند من قرأ السیرتین سیرة النبی و سیاسة اصحابہ ایام حیاتہ

مفصل عبارت یہ ہے کہ جبکہ ہم اس بارے میں تذکرہ کرتے تو ابو جعفر بن ابی زید الحسنی نقیب بصرہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص دونوں سیرتوں کا مطالعہ کرے اسکو رسول اور علی کی سیرت و سیاست میں کوئی فرق نہ معلوم ہو گا۔

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۱۸

اور جبکہ حجۃ الوداع تک ان کے ایمان کا ضعف دور نہ ہوا شب و روز ہزارہا آیات کا سننا اور سیکڑوں معجزات کا دیکھنا تقویت ایمان کیلئے کافی نہ ہو سکا تو وفات رسول کے واقع ہوتے ہی کونسی اکسیر ہاتھ آگئی جس نے تمام ضعف کو قوت سے مبدل کر دیا اگر فی الواقع ایسا نہیں ہوا کہ اُنہی مخالفت احکام رسول کا نام اجتہاد و عدالت اور ضعف ایمان کا نام قوت رکھ لیا گیا ہو تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ تمام آیات و معجزات حصول قوت ایمان و ملکۂ عدالت کے اسباب نہیں بلکہ موانع تھے جب اُن کا سلسلہ جاتا رہا تو قلوب انوار ایمان و عرفان سے چمک اُٹھے اور نفوس جواہر عصمت و عدالت کے معدن بن گئے۔

حجۃ الوداع میں آنحضرت نے کیا حکم دیا تھا؟ اگرچہ متن حدیث مذکور اور اسکی شرح سے اتنا تو معلوم ہوا کہ وہ کوئی معمولی امر نہ تھا بلکہ اتنا اہم اور واجب العمل تھا کہ اُس میں تردد و تأمل سے کام لینا ہتک حرمت دین اور اشتداد غضب رسول کا باعث ہوا اور جتنا دینی حیثیت سے اُسکا عمل میں لانا ضروری تھا اتنا ہی صحابۂ کرام کیلئے کسی سبب سے ناگوار خاطر تھا اور وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ امر اُن کی ذاتی اغراض و مصالح کے خلاف تھا اگر صحابۂ ام اسکو ہر طرح اپنے اغراض و مصالح کے موافق پاتے یا کوئی ایسا معمولی امر ہوتا جس میں نفع و نقصان کے جہات برابر دیکھتے تو کبھی اس میں خواہ مخواہ تردد کر کے حرمت دین

وبہن سیرۃ امیر المومنینؑ وسیاستہ اصحابہ ایام حیاتہ فکما ان علیاً کان امرہ مضطرباً معہم بالمخالفۃ والعصیان والھرب الی اعدائہ وکثرۃ اختلاف والحروب نکذلک کان النبیؐ لم یزل ممنواً بنفاق المنافقین واذاھم لہ کما ان کلام علی مملو بالشکویٰ من منافقی اصحابہ والتالم من اذاھم لہ والتوائھم علیہ

پس جس طرح امیر المومنین کی سیاست میں اصحاب کی مخالفت سرکشی۔ دشمنوں کیطرف بھاگ جانے اور اختلاف وحروب کی کثرت کے سبب اضطراب رہا اسیطرح رسول خدا صلعم بھی ہمیشہ منافقین کے نفاق وایذا رسانی کی وجہ سے مشکلات میں مبتلا رہے اور مثل علی علیہ السلام کے حضرتؐ کا کلام بھی اصحاب منافقین کے شکوہ اور اُنکی ایذا رسانی وانحراف کے پر درد شکایات سے بھرا ہوا ہے:۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹

کی ہتک اور رسول خدا کو غضبناک نہ کرتے لیکن تصریحاً یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کونسا امر تھا از بسکہ صحابۂ کرام کا تردد و انکار اور رسول خدا صلعم کا غضب و اصرار ایسا ناقابل التفات واقعہ نہیں کہ اہل نظر اُسکی تحقیق و تفتیش سے قطع نظر کرسکیں لہذا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جتنے اوامر حجۃ الوداع میں بارگاہ رسالت سے صادر ہوئے تھے اُن سب پر ایک نظر استقرا ڈالی جاے تاکہ واضح ہوجاے کہ کس امر کی بابت قوی احتمال ہوسکتا ہے کہ محل تردد صحابہ و غضب رسول صلعم ہوا ہوگا عام طور سے جو احکام و اوامر حجۃ الوداع کے مورخین و محدثین نے اپنی کتابوں میں درج کیئے ہیں وہ یہ ہیں

(۱) انہ لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منہ الا وان کل دم ومال و ماثرۃ کانت فی الجاھلیۃ تحت قدمی ھذا الی یوم القیامۃ

کسی مرد مسلم کا مال تم پر بغیر اُسکی رضامندی کے حلال نہیں آگاہ ہو کہ وہ تمام خون اور مال جو کسی شخص کے ذمہ ہے اور وہ بزرگی و سرداری جو جاہلیت میں حاصل ہوا کرتی تھی (آج سے) قیامت

وذلک نحو قولہ تعالیٰ الم تر الی الذین نھوا عن النجویٰ ثم یعودون لما نھوا عنہ ویتناجون بالاثم والعدوان ومعصیۃ الرسول واذا جاؤک حیوک بما لم یحیک بہ اللہ۔

اور اسکی مثال پروردگار عالم کا قول ہے "کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا کہ اُسی امر کو پھر کرتے ہیں جس کی اُن کو ممانعت کیگئی تھی اور وہ گناہ اور تعدی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور تمھارے پاس آکر تمکو اُن لفظوں سے سلام کرتے ہیں جن سے خدا نے تمکو سلام نہیں کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰

وان اول دم یوضع دم ربیعۃ بن الحارث بن ربیعہ بن عبد المطلب وان اللہ قضیٰ ان اول ربا یوضع ربا العباس بن عبد المطلب لکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون الا وان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق السموات والارض الا وان عدۃ الشھور عند اللہ اثنی عشر شھراً فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم ذلک الدین القیم فلا تظلموا فیھن انفسکم

قیامت تک میرے اس قدم کے نیچے ہے (یعنی اب کسی کا حق باقی نہیں) اور پہلا خون جو برطرف کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن الحارث کا خون ہے اور خدا کا یہی حکم ہے اور وہ پہلا سود جو برطرف کیا جاتا ہے وہ عباس کا سود ہے (جو لوگوں کے ذمے باقی ہے) اب تمھیں فقط راس المال کا حق ہے پس تم کسی پر نہ ظلم کرو اور نہ ظلم برداشت کرو آگاہ ہو کہ جس دن سے خدا نے آسمان و زمین کو پیدا کیا (اُسی دن سے) ۔ خدا کے نزدیک اسکی کتاب (لوح محفوظ) میں مہینوں کی تعداد بارہ لکھی ہوئی ہے اُن میں چار مہینے با حرمت ہیں اور یہی دین مستقیم ہے پس تم ان چار مہینوں میں گشت وخون کرکے اپنے نفسوں

ویقولون فی انفسہم لولا یعذبنا اللہ بما نقول حسبہم جہنم فبئس المصیر۔

اور (اس شرارت پر) اپنے جی میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ واقعی خدا کے رسول ہیں تو) جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا اُسکی سزا ہمکو کیوں نہیں دیتا (حالانکہ ہم تو محض اس سبب سے دنیا میں اُن پر عذاب نازل نہیں کرتے کہ) اُن کو جہنم ہی کافی ہے جسمیں وہ جلیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۲۱

الا لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض الا وان الشیطان قد یئس ان یعبد المصلون ولکنہ فی التحریش بینہم فاتقوا اللہ فی النساء فانہن عندکم عوان لا یملکن لانفسہن شیئا وان لکم علیہن حقا لا یوطئن فراشکم احدا غیرکم ولا یاذن فی بیوتکم لاحد تکرہونہ فان خفتم نشوزہن فعظوہن واہجروہن فی المضاجع

پر ظلم نہ کرو ہوشیار رہو (ایسا نہو) کہ تم میرے بعد (اگلی حالت) کفر کیطرف پلٹ جاؤ اور تم میں سے ایک دوسروں کی گردنیں مارنے لگے۔ آگاہ رہو کہ اب شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ نماز گذار اُسکی عبادت کرنے لگیں گے لیکن وہ اب اس کے درپے ہے کہ لوگوں کو باہم لڑا دے۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو کیونکہ وہ اپنے لئے کسی شے پر قادر نہیں ہیں اور تمہارا اُن پر یہ حق فرض ہے کہ تمہارے بستر پر تمہارے سوا کسی دوسرے کو جگہ نہ دیں اور کسی ایسے شخص کو جس (کے آنے) کو تم پسند نہیں کرتے تمہارے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں اگر تم کو اون کی نافرمانی کا خوف ہو تو (پہلے) نصیحت کرو اور اگر اس پر نہ مانیں تو اُنکے ساتھ سونا چھوڑ دو

وقولہ تعالی انما النجوی من الشیطان لیحزن الذین آمنوا الایۃ وقولہ تعالی اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد

اور پروردگار عالم کا یہ قول کہ "(بری باتوں کی) سرگوشی تو بس شیطان کا کام ہے (اُس سے غرض یہ ہے) کہ ایمان والوں کو اُس سے رنج پہونچے" اور اُسکا یہ قول کہ "(اے رسول) جب منافقین تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں اور خدا بھی جانتا ہے کہ بے شک آپ اُسکے رسول ہیں

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۲۲

واضربوہن ضربا غیر مبرح ولہن رزقہن وکسوتہن بالمعروف فانما اخذتموہن بامانۃ اللہ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ الا ومن کانت عندہ امانۃ فلیؤدہا الی من ائتمنہ علیہا الا ہل بلغت الا ہل بلغت فلیبلغ الشاہد الغائب

کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۰ سیرۃ ابن ہشام ص ۳۹

اور (اگر اسکا بھی اثر نہ ہو تو) مارو (مگر) ضرب شدید نہو کہ کوئی عضو زخمی ہو جائے) اور اُن کو کھانا اور کپڑا دینا حسن سلوک کے ساتھ تم پر فرض ہے کیونکہ تم نے اُنکو امانت خدا کے طور پر لیا ہے اور اُنکی فروج کو کلمۃ اللہ کے ذریعہ حلال کیا ہے آگاہ ہو کہ تم میں سے جسکے پاس کوئی امانت ہو وہ اُسکے مالک کو پہونچا دے آگاہ ہو کہ میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا پس لازم ہے کہ حاضر میرے احکام کو غائب تک پہونچا دے

(۲) اتدرون ای یوم ہذا وای شہر ہذا وای بلد ہذا قالوا ہذا بلد حرام ویوم حرام قال الا ان دماءکم واموالکم علیکم

(۲) کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن اور کونسا مہینہ اور کونسا شہر ہے؟ لوگوں نے عرض کی یہ باحرمت شہر اور مہینہ اور دن ہے۔ تب فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تمہاری جان و مال کی حرمت بھی تم پر یونہی ہے

ان المنافقین لکاذبون اتخذوا ایمانهم جنة فصدوا عن سبیل الله انهم ساء ما کانوا یعملون السورة باجمعها۔

مگر خدا اسکی شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں (یعنی محض زبان سے کہتے ہیں دل سے اقرار نہیں کرتے) ان لوگوں نے اپنی قسموں کو اپنے لیئے سپر بنا رکھا ہے (اوسی کے ذریعے سے) دوسروں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں بے شک یہ لوگ جو کام کرتے ہیں وہ بُرے ہیں یہ سورۂ منافقون تمام اسیطرح شکوہائے نفاق سے بھرا ہوا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳

کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا الا وانی فرطکم علی الحوض نظرکم واکاثر بکم الامم فلا تسودوا وجهی الا وقد رأیتمونی وسمعتم منی وستسألون عنی فمن کذب علی فلیتبوأ مقعده من النار الا وانی مستنقذ اناسا ومستنقذ منی اناس فاقول یا رب اصحابی فیقول انک لا تدری ما احدثوا بعدک

(کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۵)

جیسی اس دن کی اس مہینے اور اس شہر میں ہے آگاہ ہو کہ میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو بنکر جا رہا ہوں۔ اور دیگر امم سابقہ کے مقابلہ میں تم پر فخر کروں گا پس تم (اسدن) مجھے شرمسار نہ کرنا۔ آگاہ ہو کہ تم نے مجھے دیکھا اور میری باتیں سنیں اور عنقریب میری بابت تم سے باز پرس کیجائیگی پس جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے اسکو چاہیئے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے (یعنی جہنم کیلئے آمادہ ہو جائے) آگاہ ہو کہ میں کچھ لوگوں کو چھڑا لوں گا اور کچھ لوگ مجھسے علیحدہ کرلیئے جائینگے پس میں جناب باری میں عرض کروں گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں تو وہ فرمائیگا کہ (تمہارے اصحاب تو ہیں مگر) کیا تمہیں علم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں حادث کیں۔

وقوله تعـ ومنهم من یستمع الیک اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال آنفا اولئک الذین طبع الله علی قلوبهم واتبعوا اهوائهم۔

(نیز) یہ قول باری تعالیٰ "(اے رسول) انمیں سے بعض ایسے بھی ہیں جو کان لگا کر تمہاری طرف (سب کچھ) سنتے ہیں مگر جب تمہارے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے اُن سے پوچھتے ہیں (کیوں بھائی) ابھی اس شخص نے کیا کہا تھا؟ یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں"

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴

۳۔ الحمد لله الذی صدق وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده الا ان قتیل السوط والعصی فیه مائة من الابل منها اربعون خلفة فی بطونها اولادها الا ان کل مأثرة کانت فی الجاهلیة ودم تحت قدمی هاتین الا ما کان من سدانة البیت وسقایة الحاج الا انی قد امضیتهما لاهلها کما کانتا۔

(کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۶)

۳۔ تمام تعریف اُس خدا کے لیئے ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور اپنے بندہ (محمد) کی مدد کی اور احزاب کفار کو تنہا ہزیمت دی آگاہ ہو کہ تازیانہ اور چھڑی کے مقتول کی دیت سو اونٹنیاں ہیں جن میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں آگاہ ہو کہ وہ تمام بزرگی و سرداری جو جاہلیت میں حاصل تھی اور وہ تمام خون (جو لوگوں کے ذمہ ہیں آج سے) ہدر ان دونوں پاؤں کے نیچے ہیں (عرب جس امر کو اسطرح برطرف کر دینا چاہتے تھے کہ پھر اسکی طرف رجوع نہ کریں تو یہ کہتے تھے کہ میں نے اسکو اپنے پاؤں کے نیچے دھر دیا) لیکن خدمت خانۂ کعبہ اور حجاج کی سقائی کے مناصب

وقولہ تعالیٰ رأیت الذین فی قلوبھم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ من الموت فاولیٰ لھم طاعۃ وقول معروف۔

اور خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے جب صاف و صریح سورہ نازل ہوا اور اُسمیں جہاد کا ذکر ہوا تو تم اُن لوگوں کو دیکھو گے جن کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے کہ تمھاری طرف اس طرح نظر کر رہے ہیں جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی غشی طاری ہو (حالانکہ اُن کے لیئے فرمان برداری (خدا اور رسول کی) اور پسندیدہ بات ہی بہتر کام ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵

کو جیسے تھے اُسیطرح میں نے بھی بحال رکھا ہے!۔

۴۔ عن الثوری عن شھر بن حوشب قال خبرنی من سمع النبی صلعم وانی لعاب ناقۃ النبی صلعم یسیل علی فخذہ قال خطبنا رسول اللہ صلعم وھو علی ناقتہ فقال ان الصدقۃ لاتحل لی ولا لاھل بیتی واخذ وبرۃ من کاھل ناقتہ فقال ولا واللہ ولا ما یساوی ھٰذہ اوما یزن لعن اللہ من ادعی الی غیر ابیہ او تولے الی غیر موالیہ الولد للفراش وللعاھر الحجر ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث۔

(کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۹)

۴۔ ثوری نے شہر بن حوشب سے روایت کی ہے اُس نے کہا کہ مجھ سے اُس شخص نے بیان کیا جس نے خود آنحضرت سے سُنا تھا آپ ایک ناقہ پر سوار ہمارے مجمع کے سامنے خطبہ فرما رہے تھے آپ نے فرمایا کہ صدقہ مجھپر اور میرے اہلبیت پر حلال نہیں (اور اپنی اونٹنی کے شانے سے ایک بال لیکر (لوگوں کو دکھایا اور) فرمایا واللہ (صدقہ ہم پر حلال نہیں ہے) خواہ وہ اسی بال کے برابر ہی کیوں نہ ہو خدا لعنت کرے اُس شخص پر جو اپنے تئیں اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے مولود صاحب فراش کا قرار پائے گا اور زانی کے لیے پتھر ہے (یعنی اُسکی سزا سنگسار کر دیا جانا ہے) خدا نے مستحق کو اُسکا حق

فاذا عزم الامر فلو صدقوا اللہ لکان خیرا لھم وقولہ تعالیٰ ام حسب الذین فی قلوبھم مرض ان لن یخرج اللہ اضغانھم ولو نشاء لاریناکھم فلعرفتھم بسیماھم:۔

پھر جب لڑائی ٹھن جائے تو اگر یہ لوگ خدا سے سچے رہیں تو ان لوگوں کیلئے بہت اچھا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے کیا اُن لوگوں نے جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے یہ گمان کر لیا ہے کہ خدا اُن کے کینوں کو کبھی ظاہر نہ کرے گا؟ اور اگر ہم چاہتے تو اُن لوگوں کو (ایسا) دکھا دیتے کہ تم اُن کو اُن کے پیشانی ہی سے پہچان لیتے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲)

عطا کر دیا ہے پس وارث کیلئے وصیت نہیں ہے۔

۵۔ عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلعم فی خطبتہ یوم حجۃ الوداع ایھا الناس لا نبی بعدی ولا امۃ بعدکم الا فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شھرکم وادوا زکوۃ اموالکم طیبۃ بھا انفسکم واطیعوا ولاۃ امرکم تدخلوا جنۃ ربکم:۔

(کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۶)

۵۔ ابو امامہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے خطبہ روز حجۃ الوداع میں فرمایا کہ ایہا الناس نہ اب میرے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ تمہارے بعد کوئی اُمت ہوگی پس تم پروردگار کی عبادت کرو نماز پنجگانہ کے پابند رہو ماہ رمضان کے روزے رکھو اپنے اموال کی زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کرتے رہو اور اپنے امیروں کے اطاعت گذار رہو تاکہ جنت میں داخل ہو سکو:۔

۶۔ عن ابی الطفیل عامر بن واثلہ عن حذیفہ بن اسد الغفاری قال لما صدر رسول اللہ صلعم من حجۃ الوداع نھی اصحابہ عن شجرات بالبطحا

۶۔ ابو الطفیل نے عامر بن واثلہ سے اور اُس نے حذیفہ بن اسد الغفاری سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو اصحاب کو بطحا کے گھنے درختوں کے نیچے

ولتعرفنهم في لحن القول والله يعلم اعمالكم وقوله تعالى سيقول لك المخلفون من الاعراب شغلتنا اموالنا واهلونا فاستغفر لنا۔

اور تم انھیں انداز گفتگو ہی سے پہچان لوگے (کہ کیسے منافق لوگ ہیں) اور خدا تمھارے تمام اعمال کو جانتا ہے" اور پروردگار عالم کا یہ قول" جو لوگ اعراب میں سے (حدیبیہ سے) پیچھے رہ گئے ہیں وہ اب تم سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے اموال واہل وعیال نے روک رکھا تھا پس آپ ہمارے واسطے مغفرت کی دعا کیجیے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷

متقاربات ان ينزلوا تحتهن ثم بعث اليهن فقم ما تحتهن من الشوك وشذبن عن رؤس القوم ثم علا ليهن فصلى تحتهن ثم قام فقال ايها الناس انه نبأني اللطيف الخبير انه لم يعمر نبي الا مثل نصف عمر النبي الذي من قبله واني لاظن اني موشك ان ادعى فاجيب واني مسئول وانكم مسئولون فماذا انتم قائلون قالوا نشهد انك قد بلغت ونصحت فجزاك الله خيرا قال الستم تشهدون۔

اترنے سے منع فرمایا اور (کسی کو) بھیجکر ان کے نیچے پڑے ہوئے کانٹوں کو جھاڑ کر زمین صاف کرائی اور انکی شاخیں لوگوں کے سروں پر سے چھانٹ دیگئیں تب آپ نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور ان کے نیچے نماز ادا کی پھر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ایہا الناس مجھے خدائے لطیف وخبیر نے خبر دی ہے کہ کسی نبی کی عمر اس سے سابق نبی کی نصف عمر سے زیادہ نہیں ہوئی اور اب قریب وقت آگیا ہے کہ میں دعوت الٰہی کو لبیک کہوں۔ (لہٰذا یہ سمجھ لو کہ) مجھ سے بھی (اسکی بارگاہ میں) سوال کیا جائے گا اور تم سے بھی پرسش ہوگی پس تم اسکا کیا جواب دوگے؟ لوگوں نے عرض کی کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے حق تبلیغ ونصیحت ادا کیا خدا آپکو جزائے خیر دے

يقولون بالسنتهم ما ليس في قلوبهم قل فمن يملك لكم من الله شيئا ان اراد بكم ضرا او اراد بكم نفعا بل كان الله بما تعملون خبيرا بل ظننتم ظن السوء وكنتم قوما بورا

یہ لوگ زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو انکے دلوں میں نہیں (اے رسول) تم کہدو کہ اگر خدا نے تم کو نقصان پہنچانا چاہے یا تمھیں فائدہ پہونچانے کا ارادہ کرے تو آخر اس کے مقابلہ میں تمہارے لیے کسی کا بھی کچھ بس چل سکتا ہے؟ بلکہ تم جو کچھ کہتے ہو اس سے خدا اچھی طرح واقف ہے (یہ فقط جھوٹی باتیں ہیں) اصل تو یہ ہے کہ تم نے سمجھ لیا تھا کہ اب رسول اور مومنین اپنے اہل وعیال کی طرف واپس نہ آئینگے بلکہ سب کے سب مارے جائینگے) یہی بات تمہارے دلوں میں جم گئی تھی (جس سے تم طرح طرح کی بدگمانی کرنے لگے تھے اور آخر کار تم آپ ہی برباد ہوگئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸

ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله وان جنته حق وناره حق وان الموت حق وان الساعة آتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور قالوا نشهد بذلك قال اللهم اشهد ثم قال ايها الناس ان الله مولاي وانا مولى المؤمنين وانا اولى بالمؤمنين من انفسهم فمن كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه۔

آپنے فرمایا کہ کیا تم اس کی شہادت نہیں دیتے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور محمد اسکا بندہ اور رسول ہے اور اسکی جنت ونار دونوں حق ہیں اور موت کا آنا حق ہے اور بے شبہہ قیامت کا دن آنے والا ہے اور خدا اہل قبور کو زندہ کرکے اٹھائے گا؟ لوگوں نے عرض کی کہ ہم ان سب باتوں کی شہادت دیتے ہیں تب آپنے فرمایا کہ خداوندا تو (اس کا) شاہد رہنا۔ پھر فرمایا کہ ایہا الناس! خدا میرا مولےٰ ہے اور میں مومنین کا مولےٰ ہوں اور مومنین کے نفوس پر ان سے زیادہ تصرف کا حق رکھنے والا ہوں پس جسکا میں مولےٰ ہوں علی بھی اسکے مولےٰ ہیں۔ اے خدا! جو ان کو دوست رکھے اسکو تو دوست رکھ اور جو ان کا دشمن ہے اس سے تو دشمنی رکھ۔

وقولہ تعالیٰ سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلام اللہ قل لن تتبعونا کذالکم قال اللہ من قبل فسیقولون بل تحسدوننا بل کانوا لا یفقھون الا قلیلا۔

اور خداوند عالم کا یہ ارشاد " (مسلمانو) اب جو تم (خیبر کی) غنیمتوں کو لینے جاؤ گے تو (یہ) پیچھے رہ جانے والے تم سے کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو یہ لوگ چاہتے ہیں کہ خدا کے قول کو بدل دیں (بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے) تم ان سے کہدو کہ ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلنے پاؤ گے خدا نے پہلے ہی سے ایسا فرما دیا ہے تو یہ لوگ کہیں گے کہ تم تو ہم سے حسد رکھتے ہو (ورنہ خدا ایسا کیوں کہنے لگا؟) حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہیں "

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹

ثم قال ایھا الناس انی فرطکم وانتم واردون علی الحوض حوض عرضہ ما بین بصری وصنعاء فیہ عدد النجوم قدحان من فضة وانی سائلکم حین تردون علی عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیھما الثقل الاکبر کتاب اللہ سبب طرفہ بید اللہ وطرف بایدیکم فتمسکوا بہ لا تضلوا ولا تبدلوا وعترتی اھل بیتی و قد نبأنی اللطیف الخبیر انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۶)

پھر فرمایا ایہا الناس! میں تمہارا پیشرو بنتا ہوں تم بھی میرے پاس حوض کوثر پر (بروز قیامت) آؤ گے اس حوض کا عرض اس مسافت کے برابر ہے جو بصرہ و صنعا کے درمیان ہے اسمیں بقدر ستاروں کی تعداد کے چاندی کے پیالے پڑے ہوئے ہیں جب تم وہاں میرے پاس پہونچو گے تو میں تم سے پوچھونگا کہ ثقلین کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا پس تم دیکھتے رہنا کہ میرے بعد اُن کے ساتھ کیسا برتاؤ کر رہے ہو۔ ثقل اکبر تو کتاب خدا ہے جو (بمنزلہ) ایک رسن (کے) ہے جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے

وقولہ ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم:۔

اور خداوند عالم کا یہ قول " (اے رسول) جو لوگ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں سے اکثر بے عقل ہیں اگر یہ لوگ اتنا صبر کرتے کہ تم خود نکلکر ان کے پاس آجاتے تو اُن کے حق میں بہتر ہوتا اور خدا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے "

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰)

ہاتھوں میں ہے پس تم اُس سے متمسک رہنا نہ گمراہ ہونا اور نہ اسمیں کچھ تبدیل (تحریف) کرنا اور (ثقل اصغر) میرے اہلبیت ہیں اُن دونوں کی بابت مجھے خدائے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچنے تک ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے۔

ان تمام احکام مذکورہ میں سے سوائے حکم آخر کے اور کسی کی بابت یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ وہ محل تردد صحابہ اور مورد غضب رسول بنا ہوگا اس لئے کہ صوم و صلوٰۃ حج و زکواۃ کی پابندی اور باہم قتل و غارت سے اجتناب یا ایسی ہی دوسری باتوں کے احکام عامۂ نئے احکام نہ تھے جن پر صحابۂ کرام اُس وقت عمل نہ کرتے رہے ہوں یا آئندہ عمل کرنے کی بابت کسی طرح کا تردد اور پس و پیش کرتے رہے ہوں اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انھیں احکام کو قبول کرنے میں اصحاب کو تردد تھا تو ہم بکمال مسرت اس بحث کو یہیں ختم کر دیں گے کیونکہ ہمارا اصل مقصود اُمید سے زیان ہاتھ آجائیگا لیکن یہ امید ہم نہیں کر سکتے کہ اہل اسلام اس کو تسلیم کرنے کی جرأت کریں گے کہ صحابۂ کرام نے انھیں عام احکام شرعیہ میں تردد و تامل ظاہر کر کے رسول خدا صلعم کو غضبناک کر دیا تھا پس لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ وہی حکم اخیر یعنی حکم ولایت امیر المومنین و تمسک بعترت طاہرہ اُسوقت محل تردد تھا جس سے چند ہی دنوں کے بعد "حسبنا کتاب اللہ" کہکر صاف انکار کر دیا گیا اور اس وقت جو کچھ ظہور پذیر ہوا وہ سب پہلے سے تیار کی ہوئی اسکیم کے مطابق تھا۔ اس امر

قال واصحابہ ہم الذین نازعوا فی الانفال وطلبوہا لانفسہم حتی نزل اللہ تعالیٰ قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین وہم الذین التوا علیہ فی الحرب یوم بدر وکرہوا لقاء العدو حتی خیف خذلانہم وذلک قبل ان تتراءی الفیتان وانزل فیہم یجادلونک فی الحق بعد ما تبین۔

(نقیب ممدوح نے) کہا کہ وہ رسولؐ کے اصحاب ہی تو تھے جو حضرت سے انفال (مال غنیمت) کے معاملہ میں جھگڑا کر بیٹھے تھے اور اُسکے خود طالب ہو گئے تھے یہاں تک کہ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی (اے رسول) تم ان لوگوں سے کہدو کہ انفال مخصوص خدا و رسول کے لیئے ہے پس تم لوگ خدا سے ڈرتے رہو اور اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کرو اور خدا و رسول کی اطاعت کرو اگر (فی الواقع) تم ایمان دار ہو" اور وہ اصحاب ہی تو تھے جنھوں نے بدر کے دن اتنا انحراف کیا تھا اور دشمن کے مقابلہ میں آنا اس قدر ناپسند کر رہے تھے کہ اُن کی طرف سے یہ خوف ہو گیا تھا کہ حضرت کا ساتھ چھوڑ بیٹھیں گے اور یہ واقعہ اُسوقت کا ہے جب کہ جوانان قریش نمودار نہیں ہوے تھے اور انھیں کی بابت خدا نے آیت نازل فرمائی "(اے رسول) وہ لوگ تم سے حق کے ظاہر ہو جانیکے بعد بھی اس طرح جھگڑتے تھے

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۳۱

کی فی نفسہ عظمت و اہمیت اور رسول خدا صلعم کو اُس کی تبلیغ میں اہتمام بلیغ ملحوظ ہونا تو اسی سے واضح ہے کہ اس کو بیان کرنے سے پہلے لوگوں سے توحید و نبوت جنت و نار حشر و نشر کے

کانما یساقون الی الموت وہم ینظرون وہم الذین کانوا یقیمون یتمنون لقاء العیر دون لقاء العدو حتی انہم ظفروا برجلین فی الطریق فسئلوہما عن العیر فقالا لا علم لنا منہا

کہ گویا زبردستی موت ہی کے منھ میں ڈالے جا رہے ہیں اور اُسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں" اور وہ اصحاب ہی تو تھے جو بیٹھے یہ آرزو کر رہے تھے کہ قافلہ (جو شام سے مال تجارت لیئے ہوئے مکہ جا رہا تھا) سے مٹھ بھیڑ ہو دشمن کا سامنا نہ ہونے پائے یہاں تک کہ راہ میں اُنھوں نے دو شخصوں کو اُدھر سے گذرتے پالیا اور اُن سے اُس قافلہ کی بابت سوال کیا تو وہ بولے کہ ہم کو اُنکی بابت کچھ علم نہیں۔

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۳۲

حق ہونے کا اقرار کر لیا پھر خداوند عالم کو اپنے نفس کا ولی بتایا اور اپنا ولی مومنین ہونا اور اُنکے نفوس میں ولی بالتصرف ہونا ظاہر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ امیر المومنین کی ولایت بھی توحید و نبوت وغیرہ اصول دین کی طرح حق تھی اور اُسکا اقرار شرط ایمان تھا اور جس معنی سے خداوند عالم آپ کا ولی تھا اور آپ عامۂ مومنین کے ولی و اولے بالتصرف تھے بعینہ اُسیطرح اور اُسی معنی سے امیر المومنین کو بھی ولایت حاصل تھی نیز ثقلین سے تمسک کی اہمیت یہ فرما کر ظاہر فرمائی "میں اُن کی بابت تم سے بروز قیامت سوال کرونگا پس دیکھتے رہو کہ تم میرے بعد اُن کے ساتھ کیسا برتاؤ کر رہے ہو اور مجھے خود خدائے لطیف و خبیر نے یہ خبر دی ہے کہ یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے"

رہا اُس کا صحابہ کے اغراض و مصالح ذاتیہ کے خلاف ہونا تو حضرت عمر کے کلمات مشہورہ

وانما رأينا جيش قريش من وراء ذلك الكثيب فضربوهما ورسول الله قائم يصلي فلما اذا قام من الضرب قالا بل العير امامكم فاطلبوها فلما رفعوا الضرب عنهما قالا والله ما رأينا العير ولا رأينا الا الخيل والسلاح والجيش فاعادوا الضرب عليهما مرة ثانية فقالا وهما يضربان العير امامكم فخلوا عنا

(البتہ) ہم نے قریش کا لشکر اس ریت کے ٹیلے کے پیچھے دیکھا ہے اس پر ان لوگوں ان دونوں کو مارنے لگے رسول خدا کھڑے نماز پڑھ رہے تھے جب اُن دونوں نے زدوکوب کا ذائقہ چکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہاں قافلہ تو تمہارے آگے ہی جا رہا ہے پس جاؤ اُسکو تلاش کر لو جب لوگوں نے مارنے سے ہاتھ اُٹھایا تو وہ کہنے لگے کہ بخدا ہم نے قافلہ کو نہیں دیکھا ہے ہم نے تو بس گھوڑے ہتھیار اور لشکر دیکھے ہیں اس پر لوگوں نے پھر اُنکو مارنا شروع کیا تب وہ مارے جانے کی حالت میں بولے کہ (ہاں) قافلہ تمھارے آگے ہے پس ہمیں جانے دو۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳

کی جو تاویل قاضی عیاض نے بحث حدیث قرطاس میں نقل کی ہے اسمیں بہ تصریح تمام مذکور ہے اور وہ یہ ہے :-

قيل خشي عمر ان يكتب امورا يعجزون عنها فيحصلون في الحرج بالمخالفة ورأى ان الارفق بالامة سعة الاجتهاد وحكم النظر وطلب الصواب فيكون في تلك الامور المصيب والمخطئ ماجورا.

کہا گیا ہے کہ اُس وقت عمر کو یہ خوف ہوا کہ مبادا ایسے امور حضرت لکھدیں کہ لوگ اُن پر عمل کرنے سے عاجز ہوں اور مخالفت کی کشمکش میں پڑ جائیں لہذا اون کی یہی رائے ہوئی کہ امت کیلئے زیادہ آسانی اسی میں ہے کہ ان امور میں اجتہاد کی وسعت اور نظر و فکر کے حکم پر عمل کرنے اور درست بات کی تلاش کا موقع باقی رہے تاکہ حق و صواب تک

فانصرف رسول الله من الصلوة وقال اذا صدقاكم ضربتموهما واذا كذباكم خليتم عنهما دعوهما فما رأيا الا جيش اهل مكة وانزل قوله تعالى واذ يعدكم الله احدى الطائفتين انها لكم وتودون ان غير ذات الشوكة تكون لكم ويريد الله ان يحق الحق بكلماته ويقطع دابر الكافرين۔

اتنے میں رسول خدا نماز سے فارغ ہوئے اور لوگوں سے فرمایا کہ (عجیب معاملہ ہے) جب وہ تم سے سچ بولتے ہیں تو اون کو مارنے لگتے ہو اور جب جھوٹ بولتے ہیں تو چھوڑ دیتے ہو پس ان دونوں کو چھوڑ دو کیونکہ انھوں نے اہل مکہ کی فوج کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا ہے اسی کی بابت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی "جب خدا تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ (کفار قریش کی) دو جماعتوں میں سے ایک تم کو ضرور ملے گی اور تم بھی چاہتے تھے کہ بس کمزور ہی جماعت تمھیں مل جائے (تاکہ بے مشقت مال ہاتھ لگے) اور خدا یہ چاہتا تھا کہ اپنی باتوں سے حق کو ثابت کرے اور کافروں کی جڑ ہی کاٹ دے"

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴

پہونچنے والے اور خطا کرنے والے سب ہی اجر پا سکیں۔

(شفائے قاضی عیاض مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰)

بالجملہ جب اصحاب کرام نے ولایت امیرالمومنین تسلیم کرنے کے معاملہ میں خود آنحضرت کے احکام آپ کے روبرو نہ مانے تو یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ بعد میں کب تابع و مطیع ہو سکتے تھے چنانچہ یہی ہوا کہ آپ کی خلافت کے ظاہر ہوتے ہی بغاوت و غداری کا دور شروع ہو گیا"

قال المفسرون الطائفتان العير
ذات اللطيمة الواصلة الى مكة
من الشام صحبها ابوسفيان
بن حرب واليها كان خروج
المسلمين والاخرى الجيش
ذو الشوكة وكان
قد وعدهم باحدى
الطائفتين فكرهوا الحرب
واحبوا الغنيمة قال
وهم الذين فروا عنه
يوم احد واسلموه واصعدوا
في الجبل وتركوه حتى
شج الاعداء وجهه و
كسروا ثنيته وضربوه
على البيضة حتى دخل
جماجمه ووقع من فرسه
على الارض بين القتلى وهو
يستصرخ بهم ويدعوهم
فلا يجيب احد منهم
الا من كان جاريا مجرى
نفسه -

مفسرین نے کہا ہے کہ "طائفتین" سے ایک
تو وہ قافلہ مراد ہے جو شام سے مکہ جا رہا
تھا ابو سفیان اُسکا سالار تھا اور اُسی کے
قصد سے اہل اسلام اُس دن نکلے تھے اور
دوسرا وہ باشوکت لشکر مراد ہے (جو مکہ سے
یہ خبر سنکر چلا تھا کہ مسلمان قافلہ شام کی
مزاحمت کے درپے ہیں) اور رسول خدا نے
اصحاب سے وعدہ کیا تھا کہ اُن دونوں
میں سے کسی ایک کا اُن سے سامنا ہوگا
پس اُنھوں نے جنگ سے کراہت کی و چاہا
کہ (بے لڑے بھڑے) مال غنیمت ہاتھ آجائے
(ابو جعفر نے) کہا کہ وہ اصحاب ہی تھے جو
احد میں رسول خدا کو اکیلا چھوڑ کر بھاگے
تھے اور پہاڑ پر چڑھ گئے تھے تا ایں کہ مشرکین
نے روئے مبارک کو زخمی کیا اور دندان مبارک
شہید کردیے اور خود پر ایسی شدید ضرب
لگائی کہ سر مبارک تک اُسکا اثر پہونچا
اور اُس کے صدمے سے آپ گھوڑے سے
زمین پر مقتولین کے درمیان گر پڑے اُسوقت
آپ اُن لوگوں کو پکار رہے تھے مگر کوئی جواب
نہ دیتا تھا سوائے اُس شخص کے جو بجائے آپکے

وشديد الاختصاص وذلك
قوله تعالى اذ تصعدون ولا
تلوون على احد والرسول يدعوكم
في اخراكم اي ينادي فيسمع نداءه
آخر الهاربين لا اولهم لان
اولهم اوغلوا في الفرار وبعدوا
ان يسمعوا صوته وكان
قصارى الامر ان يبلغ صوته
واستصراخه من كان
على ساقة الهاربين
منهم قال ومنهم الذين
عصوا امره في ذلك اليوم
حيث اقامهم على الشعب في
الجبل وهو الموضع الذي
خاف ان تكر عليه منه
خيل العدو من ورائه وهم اصحاب
عبد الله بن جبير فانهم
خالفوا امره وعصوه
فيما تقدم به اليهم
ورغبوا في الغنيمة
ففارقوا مراكزهم -

نفس کے تھا اور آپ سے خصوصیت شدیدہ رکھتا تھا
(یعنی امیر المومنین علیہ السلام) اور یہی پروردگار عالم کے
اس قول میں مذکور ہے "(اس وقت کو یاد کرو)
جبکہ تم (حواس باختہ) پہاڑ پر چڑھے چلے جاتے
تھے اور باوجود اسکے کہ تمہارے پیچھے رسول تمکو بلا
رہے تھے مگر تم تھے کہ کسیکو مڑ کے دیکھتے بھی نہ تھے
(یدعوکم فی اخراکم سے) یہ مراد ہے کہ رسول
پکارتے تھے اور اُن کی آواز فقط پچھلے بھاگنے
والے ہی سن رہے تھے اگلے بھاگنے والے نہیں
سنتے تھے کیونکہ وہ تو ایسے تیز بھاگے تھے اور
اتنی دور چلے گئے تھے کہ آنحضرت کی آواز سن
سکتے ہی نہ تھے بالجملہ منتہائے امر یہ ہے کہ آپکی آواز
بس اُنھیں لوگوں تک پہونچ رہی تھی جو بھاگنے
والوں کی پچھلی جماعت میں تھے نیز اصحاب رسول
میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے آپ کی اُسوقت
نافرمانی کی جبکہ آپ نے اُن کو پہاڑ کے درہ میں اُسکی
نگرانی کی غرض سے کھڑا کیا تھا اور وہ ایسا مقام
تھا جہاں سے دشمن کے حملہ کا خوف تھا اور وہ
(نافرمانی کرنے والے) عبداللہ بن جبیر کے رفقا
تھے اُن لوگوں نے اُنکی مخالفت و نافرمانی کی اور
مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور اپنے مرکز سے ہٹ گئے

حتی دخل الوهن علی الاسلام بطريقهم لان خالد بن الوليد كر في عصابة من الخيل فدخل من الشعب الذي كانوا يحرسونه فما احس المسلمون بهم الا وقد غشوهم بالسيوف من خلفهم فكانت الهزيمة وذلك قوله تعالی حتی اذا فشلتم وتنازعتم في الامر وعصيتم من بعد ما اراكم ما تحبون منكم من يريد الدنيا ومنكم من يريد الآخرة قال و هم الذين عصوا امره في غزاة تبوك بعد ان اكد عليهم الاوامر وخذلوه وتركوه ولم يشخصوا معه فانزل فيهم يا ايها الذين آمنوا ما لكم اذا قيل لكم انفروا في سبيل الله اثاقلتم الی الارض ارضيتم بالحياة الدنيا من الآخرة فما متاع الحياة الدنيا في الآخرة الا قليل الا تنفروا يعذبكم الله عذابا اليما

جس سے اسلام میں کمزوری آگئی اور وہ اسطرح کہ خالد بن الولید نے کچھ سواروں کے ساتھ اُسی درہ میں داخل ہوکر جسکی وہ لوگ حفاظت کر رہے تھے حملہ کر دیا اور ابھی مسلمانوں کو خبر بھی نہ ہوئی تھی کہ یہ لوگ پیچھے سے تلواریں لیے ہوئے اُن پر ٹوٹ پڑے جس سے (مسلمانوں کو) شکست ہوئی اور پروردگار عالم کے اس قول میں یہی مذکور ہے "یہانتک کہ خدا نے تمہاری محبوب شئے (فتح) تم کو دکھا دی اسکے بعد بھی تم نے بزدلی کی اور (مال غنیمت (دیکھکر) امر رسول کی بابت آپس میں جھگڑنے لگے اور (آخرکار) رسول کی نافرمانی کر ہی بیٹھے تم میں سے کچھ لوگ تو دنیا کے طالب ہیں اور کچھ آخرت کے چاہنے والے ہیں" اور یہ وہی اصحاب تھے جنھوں نے حضرت کے تاکیدی احکام کے صادر ہونیکے بعد بھی غزوۂ تبوک میں آپ کی نافرمانی کی اور آپ کی نصرت چھوڑ بیٹھے اور آپ کے ساتھ (لڑائی پر) روانہ نہوے جس سے اُنکی بابت یہ آیت نازل ہوئی "اے ایمان والو! آخر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کیلئے نکلو تو تم بوجھل ہوکر زمین گیر ہوجاتے ہو کیا تم بہ نسبت آخرت کے دنیا ہی کی چند روزہ زندگی کو پسند کرتے ہو اگر یہی بات ہے تو جان لو کہ) حیات دنیا کا سازوسامان (آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑا ہے اگر اب بھی تم روانہ نہ ہوگے تو خدا پر درد

ويستبدل قوما غيركم ولا تضروه شيئا والله علی كل شيء قدير وهذه الآية خطاب مع المؤمنين لا مع المنافقين وفيها اوضح دليل علی ان اصحابه واوليائه المصدقين لدعوته كانوا يعصونه ويخالفون امره واكد عتابهم وتقريعهم وتوبيخهم بقوله تعالی لو كان عرضا قريبا وسفرا قاصدا لاتبعوك ولكن بعدت عليهم الشقة وسيحلفون بالله لو استطعنا لخرجنا معكم يهلكون انفسهم والله يعلم انهم لكاذبون ثم عاتب رسوله علی كونه اذن لهم في التخلف وانما اذن لهم بعلمه انهم لا يحيدون به من الخروج فرأی ان يجعل المنة له عليهم في الاذن لهم والا قعدوا

اور تمہارے بدلے میں دوسری قوم کو لے آئیگا اور تم اُس کو کچھ بھی نقصان نہیں پہونچا سکتے اور خدا ہر شئے پر قادر ہے" اور اس آیت میں خطاب مومنین سے ہے نہ کہ منافقین سے اور اسمیں نہایت واضح دلیل اس بات پر موجود ہے کہ حضرت کے وہ اصحاب و اولیا بھی جو آپکی دعوت کی تصدیق کر رہے تھے آپکے حکم کی نافرمانی اور مخالفت کرتے تھے اور اسی لیئے خدا نے اپنے قول میں اُن پر مزید عتاب کیا اور ملامت و توبیخ کی "(اے رسول) اگر مال غنیمت ملنے والا ہوتا اور سفر آسان ہوتا تو یہ لوگ یقیناً تمہارا ساتھ دیتے لیکن ان کو سفر کی مشقت طویل ہوگئی ہے (اسلیئے جان بچاتے ہیں اگر اُنسے نہ چلنے کی وجہ پوچھوگے تو) فوراً خدا کی قسم کھائیں گے کہ اگر ہم میں استطاعت ہوتی تو ہم تمہارے ساتھ ضرور چلتے (یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھا کر) اپنی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ یہ لوگ بے شبہ جھوٹے ہیں" پھر خدا نے اپنے رسول پر عتاب کیا کہ اُنھوں نے اُنکو پیچھے رہ جانے کی اجازت کیوں دی اور حضرت نے تو اُن کو اجازت فقط اسی وجہ سے دی تھی کہ آپ جانتے تھے کہ وہ لوگ چلنے کی بابت آپ کا حکم نہ مانیں گے لہذا آپنے یہی مناسب دیکھا کہ اجازت دیکر اُن پر احسان قائم کر دیں ورنہ وہ لوگ بیٹھ ہی رہتے

عنه ولم يصل له المنة فقال له عفى الله عنك لم اذنت لهم حتى تبين لك الذين صدقوا وتعلم الكاذبين اى هلا امسكت على الاذن حتى تبين من يقعد ومن يخرج صادقهم من كاذبهم لانهم كانوا قد وعدوه بالخروج معه كلهم وكان بعضهم ينوى الغدر ويعزم ان يحبس بذلك الوعد فلولم يأذن لهم يعلم من يتخلف ومن لا يتخلف فيعرف الصادق منهم الكاذب ثم بين سبحانه وتعالى ان الذين يستأذنونه فى التخلف خارجون من الايمان فقال له لا يستأذنك الذين يؤمنون بالله واليوم الآخر ان يجاهدوا باموالهم وانفسهم والله عليم بالمتقين انما يستأذنك الذين لا يؤمنون بالله واليوم الآخر وارتابت قلوبهم فهم فى ريبهم يترددون، ولا حاجة الى التطويل بذكر الآيات المفصلة فيما يناسب هذا المعنى فمن تامل الكتاب العزيز علم حاله صلوات الله عليه مع اصحابه

اور اُن پر کوئی احسان بھی نہ ہوتا بالجملہ خدا نے رسول سے عتاب میں) فرمایا کہ "خدا تم سے درگذر کرے آخر تم نے انکو پیچھے بیٹھ رہنے کی اجازت ہی کیوں دی (اگر تم اذن نہ دیتے تو) سچ بولنے والے تم پر آگاہ ظاہر ہوجاتے اور تم جھوٹوں کو (علیحدہ) معلوم کرلیتے" یعنی تم نے اجازت دینے میں تامل کیوں نہ کیا تاکہ بیٹھنے والے کے بیٹھ رہنے اور نکلنے والے کے نکل کھڑے ہونے سے سچے اور جھوٹے میں تمیز ہوجاتی کیونکہ پہلے سب ہی نے آپ کے ہمراہ چلنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اُن میں سے بعض بیوفائی کی نیت اور خلف وعدہ کا ارادہ رکھتے تھے پس اگر حضرت اُنکو اجازت نہ دیتے تو اُنکو معلوم ہوجاتا کہ کون تخلف کرتا ہے اور کون نہیں کرتا جس سے آپ سچے اور جھوٹے کو پہچان لیتے پھر خدا تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمادیا کہ جو لوگ رسول سے پیچھے رہ جانے کی اجازت چاہتے ہیں وہ ایمان سے خارج ہیں اور رسول سے فرمایا کہ "جو لوگ خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اسکی اجازت طلب ہی نہ کریں گے کہ اپنے مال و جان سے جہاد نہ کریں اور خدا پرہیزگاروں کو خوب جاننے والا ہے پیچھے رہ جانے کی اجازت تو بس وہی لوگ مانگیں گے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور انکے قلوب شک میں مبتلا ہیں پس وہ شک میں پڑے متردد ہو رہے ہیں" اور اس مطلب کی مناسب مفصل آیتوں کو ذکر کرکے بیان کو طول کرنے کی حاجت نہیں جو شخص قرآن پر غور کرے وہ جان لے گا کہ آنحضرت کی حالت اصحاب کیساتھ کیسی تھی؟

ولم ينقله الله تعالى الى جواره الا وهو مع المنافقين له والمظهرين بخلاف ما يضمرون من تنقصه فى جهاد شديد حتى لقد كاشفوه مرارا فقال لهم يوم الحديبية احلقوا وانحروا مرارا فلم يحلقوا ولم ينحروا ولم يتحرك احد منهم عند قوله وقال له بعضهم وهو يقسم الغنائم اعدل يا محمد فانك لم تعدل وقالت الانصار له مواجهة يوم حنين اتأخذ ما افاء الله علينا بسيوفنا فتدفعه الى اقاربك من اهل مكة حتى افضى الى ان قال لهم فى مرض موته ائتونى بدوات وكتف اكتب لكم ما لا تضلون بعده فعصوه ولم ياتوه بذلك وليتهم اقتصروا على عصيانه ولم يقولوا له ما قالوا وهو يسمع۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید المعتزلی جلد اول)

اور جوار الٰہی میں انتقال فرمانے تک آپکو انھیں لوگوں سے سابقہ رہا جو منافق تھے اور اپنے ضمیر کے خلاف امر کھلم کھلا ظاہر کیا کرتے تھے چنانچہ آنحضرت نے بروز حدیبیہ بار بار انکو یہ حکم دیا کہ سر کو منڈائیں اور اونٹوں کو نحر کریں مگر انھوں نے نہ سر منڈائے اور نہ اونٹ نحر کیے بلکہ انمیں سے کسی نے آپکے ارشاد کے وقت جگہ سے حرکت بھی نہ کی اور (ایک دوسرے موقع پر) جبکہ حضرت اموال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے بعض اصحاب نے کہا کہ اے محمد انصاف کرو ابھی تم نے انصاف نہیں کیا اور انصار نے بروز حنین آپکے روبرو کہا کہ "جو کچھ مال خدا نے ہماری تلواروں کی بدولت ہمکو دیا ہے تم اسکو لیکر اپنے اقارب اہل مکہ کو دیے دیتے ہو" یہاں تک (اصحاب کی مخالفت کی نوبت) پہونچی کہ حضرت نے بحالت مرض موت یہ فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں وہ بات لکھدوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوسکو مگر اُن لوگوں نے نافرمانی سے کام لیا اور وہ (دوات و کاغذ) نہ لائے اے کاش یہ لوگ اس نافرمانی ہی پر اکتفا کرتے اور وہ کلمہ (لیہذی یا لیہجر) نہ کہتے جو کہہ گئے درانحالیکہ خود آنحضرت بھی سن رہے تھے!!

امیر المومنین کا مدار سیاست کیا تھا اگرچہ تمہید طول سے خالی نہیں رہی مگر اس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ دین و دنیا کی اصلاح ایک ساتھ ممکن ہے البتہ اُن رؤسائے ملک جن کے تابعین دینداری کے جذبات سے خالی اور محض ہواپرستی و دنیا طلبی میں گرفتار ہوں دونوں کی اصلاح دینی سیاست کے حدود کے اندر رہکر انھیں طرح طرح کے اسباب انتشار و اختلال پیش آتے ہیں اور انھیں ناموافق حالات سے جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی عہد خلافت ظاہریہ میں سامنا ہوا۔

اہل دنیا کی اُن نگاہوں میں جو آپ کی تدبیر و سیاست میں دینی قوت کا روشن چہرہ دیکھنے سے قاصر ہیں ضعف کا پہلو نظر آتا ہے اور خود حضرت کے عہد میں بھی نظر آنے لگا تھا چنانچہ خود حضرت نے اپنے ایک کلام میں اسکا جواب بھی ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ ہے

والله ما معوية بادهى مني ولكنه يغدر ويفجر ولو لا كراهية الغدر لكنت من ادهى الناس ولكن كل غدرة فجرة وكل فجرة كفرة ولكل غادر لواء يعرف به يوم القيامة والله ما استغفل بالمكيدة ولا استغمز بالشديدة

واللہ معویہ مجھ سے زیادہ چالاک نہیں ہے لیکن وہ غداری و فجور سے کام لیتا ہے اگر غداری کو مکروہ نہ سمجھتا تو میں سب سے زیادہ چالاک نکلتا لیکن وجہ یہ ہے کہ (تمام غدار پیشہ لوگ فاجر ہیں اور تمام فاجر کافر ہیں) اور بروز قیامت ہر غدار کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہوگا جس سے اسکی شناخت کیجائیگی خدا کی قسم میں کسی مکر و کید سے غفلت (اور دھوکے) میں نہیں ڈالا جاسکتا اور نہ کسی قوت شدیدہ سے کمزور بنایا جاسکتا ہوں۔" (نہج البلاغہ)

بے شبہ آپکی سیاست کی رفتار اُن طرق مکر و تزویر و فریب و دغا و حیلہ پر نہ ہوتی تھی جنکو اہل دنیا اہل سیاست سمجھتے ہیں کیونکہ وہ صاحب عقل جو اپنے اعمال کو اخلاق فاضلہ کے مخالف بنانا گوارا نہ کرتا ہو اور دنیا کو وسیلہ کمال دین بنانا چاہتا ہو نہ کہ اصل غرض و منتہائے مقصود، اسکی نظر میں یہ طرق مذکورہ داخل سیاست ہرگز نہیں ہو سکتے اور عقلائے زمانہ ہمیشہ انکو مذموم و قبیح بتاتے رہے ہیں۔ مورخ جدید جرجی زیدان نے اپنی مشہور کتاب تاریخ تمدن اسلامی میں متعدد مواقع پر صاف لکھدیا ہے کہ امیر المومنینؑ اپنی سیاست میں حق و صدق کے حدود سے آگے نہ بڑھتے تھے اور آپکے تمام اقوال و افعال شریفانہ و آزادانہ ہوتے تھے اور آپکا فریق مخالف ہر طرح کے اخلاقی و دینی قیود سے آزاد تھا اسلئے آپکے مقابلہ میں کامیاب ہو جاتا تھا مزید اطمینان کیلئے کتاب مذکور کی دو عبارتیں بھی نقل

۱۔ اما علی فحکایاته فی الزهد والتقوی کثیرة وکان شدید التمسك بالاسلام من القول والفعل لا یعرف الدهاء ولا یرکن الی الحیلة فی شأن من الشؤون وانما همه الدین وعمدته فی اعماله الصدق والحق (جلد ۴ صفحہ ۴۳ مطبوعہ مصر)

لیکن علی سو انکے زہد و تقویٰ کی حکایتیں بہت ہیں وہ اسلام سے بشدت تمسک کرنے والے تھے انکے قول و فعل شریفانہ و آزادانہ تھے وہ مکر کو جانتے ہی نہ تھے اور کسی حالت میں بھی حیلہ سازی کیطرف مائل نہ ہوتے تھے صرف دین ہی اُنکا مطمح نظر و فکر تھا اور صدق و حق انکا سہارا تھا۔

۲۔ فکان معویة واصحابه لا یضیعون الفرصة ولا یبالون فی انفاذ اغراضهم ما یرتکبون من القتل ونحوه اما علی واصحابه فکانوا لا یحیدون عن مناهج الدین ومقتضی الاریحیة فکانت اریحیتهم هذه ساعدت کثیرا لفوز معویة علیهم۔

معویہ اور اُنکے اصحاب فرصت کو ضائع نہیں کرتے تھے اور قتل وغیرہ افعال قبیحہ کے مرتکب ہو جانے کی پروا نہیں کرتے تھے لیکن علیؑ اور اُنکے اصحاب تو وہ لوگ دین کی راہوں اور خوشخوئی کے مقتضی سے نہیں پھرتے تھے اور انکی یہی خوش خلقی معویہ کے کامیاب ہو جانے میں بہت بڑی معین ہوئی

نیز علامہ ابن ابی الحدید المعتزلی اپنی شرح نہج البلاغہ میں (جلد اول مطبوعہ ایران)

واعلم ان قوما لا یعرف حقیقة فضل امیر المومنین زعموا ان عمر کان اسوس منه

تمکو معلوم ہو کہ ایک قوم نے جو حقیقت فضل امیر المومنین کی معرفت نہیں رکھتی یہ گمان کیا ہے کہ عمر سیاست میں امیر المومنین

وان کان هو اعلم من عمر وصرح الرئیس ابو علی بن سینا بذلك فی الشفاء فی الحکمة وکان شیخنا ابو الحسین یمیل الی هذا وقد عرض به فی کتاب الغرر ثم زعم اعداؤه ومبغضوه ان عمر کان اسوس منه واصح تدبیرا وقد سبق لنا بحث قدیم فی هذا الکتاب فی بیان حسن سیاسة امیر المومنین وصحة تدبیره ونحن نذکر ههنا ما لم نذکره هناك مما یلیق بهذا الفصل الذی نحن فی شرحه اعلم ان السائس لا یتمکن من السیاسة البالغة الا اذا کان یعمل برأیه وبما یری فیه صلاح ملکه وتمهید امره وتوطید قاعدته سواء وافق الشریعة او لم یوافقها ومتی لم یعمل فی السیاسة والتدبیر بموجب ما قلناه فبعید ان ینتظم امره او یستوسق حاله وامیر المومنین کان مقیدا بقیود الشریعة مدفوعا الی اتباعها ورفض ما یصلح اعتماده من آراء الحرب والکید والتدبیر اذا لم یکن للشرع موافقا فلم تکن قاعدته فی خلافته قاعدة غیره ممن لم یلتزم بذلك ولسنا بهذا القول زارین علی عمر بن الخطاب ولا ناسبین الیه ما هو منزه عنه ولکنه کان مجتهدا یعمل بالقیاس والاستحسان والمصالح المرسلة ویری تخصیص عمومات النص بالآراء وبالاستنباط من اصول تقتضی خلاف ما تقتضیه عموم النص

سے بہتر تھے اگرچہ آپ عمر سے اعلم ضرور تھے اور رئیس ابو علی بن سینا نے کتاب شفا میں اسکی تصریح بھی کی ہے اور ہمارے شیخ ابو الحسین بھی اسی طرف مائل تھے اور کتاب غرر میں اسکے تعرض بھی کیا ہے اور امیر المومنین کے دشمنوں نے گمان کیا ہے کہ عمر آپ سے بہتر تدبیر و سیاست کرنے والے تھے اور امیر المومنین کی حسن سیاست و صحت تدبیر کے بارے میں ایک بحث ہماری پہلے گذر چکی ہے اور اب ہم یہاں اس فصل کے مناسب وہ امور ذکر کرتے ہیں جو وہاں نہیں کیے تھے پس جانو کہ سیاست کرنے والا سیاست بالغہ پر قادر ہو نہیں سکتا مگر جبکہ وہ اپنی رائے اور اُس تدبیر پر عمل کرے جسمیں وہ ملک کی بھلائی اور اپنے امور کی ہمواری اور اپنے قاعدہ کا استحکام دیکھتا ہے عام اس سے کہ وہ شریعت کے مطابق ہو یا نہ ہو اور جب تک سیاست و تدبیر میں اُس امر کے موافق عمل نہ کریگا جو کہ ہمنے کہا تو انتظام امر و اجتماع حال بعید ہوگا اور امیر المومنین قیود شریعت میں مقید تھے اور اسکی پیروی کرنے اور تمام قابل اعتماد آرائے حرب و کید و تدبیر کے چھوڑ دینے پر مجبور تھے جبکہ وہ شرع کے موافق نہ ہوں پس ایام خلافت میں آپکا وہ قاعدہ نہ تھا جو اُن لوگوں کا تھا جو اس (موافقت شرع) کے پابند نہ تھے ہم یہ کہنے سے عمر بن الخطاب پر کوئی عیب نہیں لگا رہے ہیں اور نہ ایسی باتوں کو اُنکی طرف منسوب کر رہے ہیں جن سے وہ منزہ تھے لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) وہ مجتہد تھے قیاس و استحسان و مصالح مرسلہ پر عمل کرتے تھے اور وہ جائز سمجھتے تھے کہ عمومات نص کی تخصیص کر دیجائے ذاتی رایوں اور ایسے اصول کے استنباط کے ذریعہ جنکا مقتضی عموم نص کے خلاف ہو

ويكيد خصمه ويأمر امرائه
بالكيد والحيلة ويؤدب بالدرة والسوط
من يتغلب على ظنه انه يستوجب ذلك ويصفح
عن آخرين قد اجترموا ما يستحقون به
التأديب كل ذلك بقوة اجتهاده وما يؤديه
اليه نظره ولم يكن امير المؤمنين يرى
ذلك وكان يقف مع النصوص والظواهر
ولا يتعداها الى الاجتهاد والاقيسة و
يطبق امور الدنيا على امور الدين ويسوق
الكل مساقا واحدا ولا يضيع ولا يدفع الا
بالكتاب والنص فاختلف طريقتاهما في
الخلافة والسياسة انتهى بقدر الحاجة

اور وہ اپنے خصم سے خود بھی مکر و فریب کرتے اور اپنے امراء
کو بھی کید وحیلہ کا حکم دیتے تھے اور جسکو مستحق خیال کرتے تھے
اُسکو درہ تازیانہ سے تادیب کرتے تھے اور دوسروں سے
جو کہ فی الحقیقت ارتکاب جرم کے سبب مستحق تادیب تھے بالکل
درگذر کر جاتے تھے اور یہ سب محض اپنے ذاتی قوت اجتہاد
اور نتیجہ فکر و نظر سے عمل میں لاتے تھے اور امیر المومنین اس طرز
عمل کو درست نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپ نصوص و ظواہر
(احکام شرعیہ) ہی کے حدود پر توقف فرماتے تھے
اور اُن سے اجتہاد و قیاس کیطرف تجاوز نہیں کرتے
تھے اور امور دنیا کو امور دین پر مطابق کرتے اور سب کو
ایک ہی راہ پر لیجاتے تھے اور بغیر حکم کتاب و نص کسی
شے کو رکھتے اور نہ اٹھاتے تھے پس ان دونوں حضرات
کے طریقہ خلافت و سیاست کے معاملہ میں ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

نیز علامہ ابن ابی الحدید المعتزلی سیاست علی و معویہ کے تقابل میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

فاما القول في سياسة معوية فاعداء علي
ومبغضيه زعموا انها خير من سياسة امير
المؤمنين فيكفينا في الكلام على ذلك ما قاله
شيخنا ابو عثمان ونحن نحكيه بالفاظه
قال ابو عثمان وربما رايت بعض من
يظن بنفسه العقل والتحصيل والفهم
والتمييز وهو من العامة ويظن انه من
الخاصة يزعم ان معوية كان ابعد غورا
واصح فكرا واجود روية وابعد غاية وادق مسلكا
وليس الامر كذلك وسأومي اليك بجملة تعرف
بها موضع غلطه والمكان الذي دخل عليه الخطأ

رہی گفتگو معویہ کی سیاست میں تو علی کے اعداء و مبغضین
نے تو یہی گمان کر لیا ہے کہ وہ آپکی سیاست سے بہتر تھی مگر
اسکے رد کرنے کے لئے ہمارے شیخ ابو عثمان کا کلام کافی ہے اور ہم
اُسکو انہیں کے الفاظ میں یہاں نقل کرتے ہیں۔ انھوں نے
کہا کہ میں نے ایک ایسے شخص کو جو اپنے صاحب عقل و تحصیل و فہم
و تمیز ہونے کا خیال رکھتا تھا اور اس امر کا کہ وہ خواص
(اہل علم و تحصیل) میں سے ہے حالانکہ وہ محض عوام ناس
میں سے تھا یہ دعوے کرتے ہوئے دیکھا کہ معویہ (بہ نسبت
امیر المومنین کے) زیادہ بعید الغور صحیح الفکر جید الرائے
تھے اور اُن کی تدبیر کی انتہا بہت دور اور راہ بہت
باریک تھی حالانکہ حقیقت امر یہ نہیں ہے

من قبله كان علي لا يستعمل في حربه الا ما
وافق الكتاب والسنة وكان معوية يستعمل
خلاف الكتاب والسنة كما يستعمل الكتاب
والسنة ويستعمل جميع المكائد حلالها و
حرامها ويسير في الحرب بسيرة ملك الهند
اذا لاقى كسرى وخاقان اذا لاقى رتبيل و
علي يقول لا تبدؤا بالقتال حتى يبدؤكم
ولا تتبعوا مدبرا ولا تجهزوا على جريح و
لا تفتحوا بابا مغلقا هذه سيرته في ذي الكلاع
وفي الاعور السلمي وفي عمرو بن العاص و
في حبيب بن مسلمة وفي جميع الرؤساء كسيرته
في الحاشية والحشو والاتباع والسفلة
واصحاب الحروب ان قدروا على البيات
بيتوا وان قدروا على رضخ الجميع بالجندل
وهم نيام فعلوا وان امكن ذلك في طرفة
عين ولم يوخروا الحرق الى وقت الغرق
وان امكن الهدم لم يتكلفوا الحصار ولم
يدعوا ان ينصبوا المجانيق والعرادات
والنقب والتسريب والدبابات والكمين
ولم يدعوا دس السموم ولا التضريب من
الناس بالكذب وطرح الكتب في عساكرهم

اور میں تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں جس سے اُس
مقام کو جان لوگے جدھر سے غلطی اور خطا نے اس
شخص میں راہ پائی تھی (اور وہ یہ ہے کہ) علی علیہ السلام
جنگ میں وہی تدبیر کام میں لاتے تھے جو کتاب خدا
و سنت رسول کے موافق ہوتی تھی اور معویہ جس طرح
کتاب خدا و سنت رسول پر عمل کرتے تھے اسیطرح
کتاب و سنت کے خلاف امور بھی عمل میں لاتے تھے
اور حلال و حرام ہر طرح کے حملہ کید و مکر استعمال کرتے
تھے اور وہ اُس سیرت پر چلتے تھے جو ملک الہند کی کسرے
کے مقابلہ میں اور خاقان کی رتبیل کے مقابلہ میں تھی۔
(اور برخلاف اس کے) علیؑ فرماتے تھے کہ جب تک دشمن
لڑائی شروع نہ کریں تم اپنی طرف سے ابتدا نہ کرو اور کسی
بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرو اور کسی زخمی کو جان سے
نہ مارو اور کسی بند دروازے کو نہ کھولو اور ذی الکلاع
اعور سلمی۔ عمرو بن العاص حبیب بن مسلم اور جملہ رؤسائے
مخالفین کے ساتھ آپنے یہی سیرت معمول رکھی تھی اور
اُن کے حواشی و اتباع اور پست طبقہ کے لوگوں کے
ساتھ بھی اسی سیرت پر آپکا عمل تھا اور لڑنے والے
اگر شبخون پر قادر ہوتے ہیں تو اس میں تامل نہیں
کرتے اور اگر تمام دشمنوں کو زمین سنگلاخ میں سوتا پاکر
چشم زدن میں چور کر ڈالنے پر قادر ہو جاتے ہیں تو

بالسعایات وتوهیم الامور وایحاش بعض من بعض وقتلهم بکل آلة وحیلة وکیف وقع القتل وکیف دارت بهم الحال فمن اقتصر حفظك الله من التدبیر علی ما فی الکتاب والسنة کان قد منع نفسه الطویل والعریض من التدبیر وما لا یتناهی من المکائد والکذب حفظك الله اکثر من الصدق والحرام اکثر عددا من الحلال ولو سمی انسان انسانا باسمه لکان قد صدق ولیس له اسم غیره ولو قال هو شیطان او حمار او شاة او بعیر او کل ما خطر علی البال لکان کاذبا فی ذلك وکذلك المستقم والصحة وکذلك الصواب والخطاء فعلی کان ملجما بالورع عن جمیع القول الا ما هو لله عز وجل رضا وممنوع الیدین من کل بطش الا ما هو لله رضا ولا یری الرضا الا فیما یرضاه الله ویحبه ولا یری الرضا الا فیما دل علیه الکتاب والسنة دون ما یقول علیه اصحاب الدهاء والنکراء والمکائد والآراء فلما ابصرت العوام کثرة نوادر معویة فی المکائد وکثرة

رہتے تاخیر) اگر گذرتے ہین اور آگ سے پھونکدیتے ہین غرق کردینے کا وقت آجانے تک تاخیر نہین کرتے اور اگر یکبارگی منہدم کردینا ممکن ہوتا ہے تو محاصرہ کی تکلیف برداشت نہین کرتے اور منجنیق وعرادات (منجنیق کی ایک قسم ہے) نصب کرنے ۔ نقب لگانے کمند پھینکنے ۔ گھات مین بیٹھنے کا موقع ہاتھ سے نہین دیتے اور پوشیدہ طور سے زہر دیدینے اور لوگون کو جھوٹی باتین پھیلا کر برانگیختہ کرنے مخالف کی فوجون مین جھوٹے مضامین کے خطوط پھینکنے اور معاملات مین بدگمانی پیدا کردینے اور ایک کو دوسرے سے بدل بنادینے اور ہر آلہ وحیلہ سے قتل کردینے مین دریغ نہین کرتے خواہ وہ جس طرح بھی واقع ہوا اور کیسی ہی حالت کیون نہ رونما ہو جائے پس جو شخص اُسی تدبیر پر اکتفا کرے گا جو کتاب وسنت کے موافق ہو اور پس وہ بہت سی طویل وعریض تدبیرون اور بے انتہا مکائد کیطرف سے اپنے نفس کو قاصر کرے گا اور (ظاہر ہے کہ) کذب صدق سے اور حرام حلال سے تعداد مین کہین زیادہ ہے اگر کوئی شخص دوسرے شخص کو اُس کے نام سے پکارے تو وہ صادق ہوگا (کیونکہ) اُس نام کے سوا اُس شخص کا کوئی نام اور نہین اور اگر اُس کو شیطان

عن اشباه فی الخدع وما اتفق له وتهیاء علی یده ولم یروا ذلك من علی ظنوا انقص عقولهم وقلة علومهم ان ذلك من رجحان عند معویة ونقصان عند علی علیه السلام لا انصف الصالحین بالدهاء والنکراء لا یقول احدا کان انکر ابا بکر بن ابی قحافة وما کان انکر عمر بن الخطاب ولا یقول احد عنده شیء من الخیر کان رسول الله صلعم ادهی العرب والعجم وانکر قریش وامکر کنانة لان هذه الکلمة انما وضعت فی مدیح الارب ومن یتعمق فی الرأی فی توکید امر الدنیا وزبرجها وتشدید ارکانها فاما اصحاب الآخرة الذین یرون الناس لا یصلحون علی تدبیر البشر وانما یصلحون علی تدبیر خالق البشر فان هؤلاء لا یمدحون بالدهاء والنکراء انتهی بقدر الحاجة

(شرح نہج البلاغۃ جلد اول)

— مطبوع ایران —

یا گدہا یا گوسفند یا اونٹ یا اور جو کچھ دل مین آئے کہے تو وہ کاذب ہوگا (پس صدق فقط ایک ہے اور کذب بہت ہین) اور ایمان وکفر طاعت ومعصیت حق وباطل مرض وصحت صواب وخطا سب کی یہی حالت ہے (ایمان استطاعت ۔ حق صحت ۔ صواب ان سب کی تعداد بہ نسبت ان کے اضداد کے بہت کم ہے) پس علی ورع کے سبب مجبور تھے تمام باتون مین سے اُسی بات کے اختیار کرنے پر جس مین خدائے عزوجل کی رضامندی حاصل ہو اور ہر حملہ آوری وسخت گیری سے آپ کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے سوائے اُس کے جس سے خدا راضی ہو اور آپ کی رضامندی اُنھین امور مین منحصر تھی جو خدا کو پسند اور محبوب ہون اور آپ اونھین باتون پر رضامند ہوتے تھے جن پر کتاب خدا وسنت رسول دلالت کرتی ہو اُن باتون سے آپ کو کچھ سروکار نہ تھا جن پر مکار وعیار لوگ اعتماد کرتے ہین پس جب عوام ناس نے معویہ کے دقائق مکائد اور غرائب مکر وخدع کی کثرت دیکھی نیز وہ امور جو اُن کو لئے اتفاقاً حاصل ومہیا ہوگئے تھے

اور وہ علی کے یہان نہ دیکھے تو اپنی عقلون کی کوتاہی اور علوم کی کمی کے سبب یہ گمان کرلیا کہ ان سب کا سبب یہی ہوا کہ تدبیر وسیاست مین معویہ کا پلہ بھاری تھا اور علی کے یہان اس کی کمی تھی ۔ علاوہ اس کے ہم صالحین کی صفت "دہاء ونکراء" نہین قرار دے سکتے کوئی شخص یہ نہین کہتا کہ ابو بکر وعمر کیسے انکر ودہلا تھے

عیار تھے اور جس شخص کو خیر سے کچھ بھی واسطہ ہو وہ یہ نہین کہتا کہ رسول اللہ صلعم "ادھی العرب والعجم وانکر قریش وامکہ کنانۃ" تھے۔ اس لئے کہ یہ کلمہ تو بس اُنھین لوگون کی مدح کیلئے وضع کیا گیا ہے جو دنیاوی عقل والے ہون اور امور دنیا کو مضبوط و مزین کرنے اور اُسکے ارکان کو مستحکم بنانے مین گہری رائے صرف کرتے ہون لیکن وہ آخرت والے جن کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ اصلاح ناس بشری تدبیر سے نہین ہو سکتی بلکہ خالق بشر کی تدبیر سے ہو سکتی ہے اُن کی مدح "دھا ونکراء" سے نہین کیجا سکتی۔

یہانتک پہونچکر ہمکو وہ عبارت بھی یاد آگئی جو علامہ ممدوح نے اسی کتاب کے دیباچہ مین تحریر فرمائی ہے اور چونکہ وہ اسی عبارت سے مربوط ہے لہذا اُسکا ایراد بھی نامناسب نہ ہوگا

وهو هذا

اما الرای والتدبیر فکان من اشد الناس رأیاً واصحهم تدبیراً وهو الذی اشار علی عمر لما عزم علی ان یتوجه بنفسه الی حرب الروم والفرس بما اشار وهو الذی اشار علی عثمان بامور کان صلاحه فیها ولو قبلها لم یحدث علیه ما حدث وانما قال اعداؤه لا رأی له لانه کان متقیداً بالشریعة لا یری خلافها ولا یعمل بما یقتضی الدین تحریمه وقد قال لولا التقی لکنت ادهی العرب وغیره من الخلفاء کان یعمل بمقتضی ما یستصلحه ویستوقفه سواء کان مطابقاً للشرع

لیکن رائے و تدبیر تو امیر المومنین سب سے زیادہ شدید الرائے و صحیح التدبیر تھے اور عمر نے جب بذات خود روم کی لڑائی مین جانے کا قصد کیا تھا تو آپ ہی نے وہ مشورہ دیا تھا جو دیا تھا اور آپ ہی نے عثمان کو بھی اُن امور کا مشورہ دیا تھا جن مین اُنکی بہبودی منحصر تھی اور اگر وہ اسکو قبول کر لیتے تو اُن کو وہ حادثہ پیش نہ آتا جو آیا اور از بسکہ آپ شریعت کے پابند تھے اُسکی مخالفت پر نگاہ نہ ڈالتے تھے اور محرمات دین کو عمل مین نہ لاتے تھے اس لئے آپ کے دشمنون نے یہ کہدیا کہ آپ صاحب الرائے نہ تھے اور حضرت نے خود فرمایا ہے کہ اگر دین کا خیال نہ ہوتا تو مین ادھے العرب ہوتا۔ آپ کے علاوہ دیگر خلفا جن امور مین

ولا یرهب ان من یعمل بما یؤدی الیه اجتهاده ولا یقف مع ضوابط وقیود یمتنع لاجلها مما یری الصلاح فیه تکون احواله الدنیاویة الی الانتظام اقرب ومن کان بخلاف ذلک یکون احواله الدنیاویة الی الانتشار اقرب۔

مصلحت سمجھتے اُنکو عمل مین لاتے تھے عام اس سے کہ شریعت کے مطابق ہو یا نہو اور اس مین کوئی شبہہ نہین کہ جو شخص اپنے ذاتی اجتہاد پر عمل کریگا اور ضوابط و قیود (شرعیہ) پر توقف نہ کرکے اپنے پیش نظر مصالح سے اُنکے سبب دست کش نہ ہوگا اُس کے احوال دنیادیہ انتظام سے قریب تر ہونگے اور جس کا عمل اس کے خلاف ہوگا اُس کے احوال دنیاوانتشار سے قریب تر ہونگے۔

ابن ابی الحدید کی عبارتون سے دو نتیجے حاصل ہوے

ان عبارات منقولہ سے دو باتین معلوم ہوئین۔

ا۔ امیر المومنین علیہ السلام اپنی سیاست مین قوانین شرعیہ و احکام الٰہیہ کے پابند تھے اون سے ایک قدم متجاوز نہ ہوتے تھے بخلاف اس کے جملہ خلفائے اسلام اپنے سیاسیات مین آزادانہ عمل کرتے تھے امیر معویہ کا تو کیا ذکر ہے اُن کے ناوک تدبیر نے تو کوئی صید حلال و حرام زمانہ مین چھوڑا ہی نہ تھا تاریخ طبری وغیرہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جھوٹی خبرین پھیلانا اور جعلی خطوط کو مشتہر کرنا اُن کی قوت تدبیر کا ادنی کرشمہ تھا اُن کے علاوہ حضرات شیخین کا دائرہ عمل بھی کافی وسعت رکھتا تھا اس کی تصدیق کے لئے واقعات کو لکھنا باعث طوالت اور اصل مقصود رسالہ کے خلاف ہوگا اس لئے محض اتنا ہی لکھدینے پر اکتفا کی جاتی ہے کہ ان حضرات کے بعد کتاب خدا و سنت رسول کے علاوہ ایک مستقل سنت ابوبکر و عمر قائم ہو گئی تھی جس پر عمل کرنے کا مطالبہ خواص و عوام کیطرف سے شرط بیعت قرار دیکر اُن لوگون سے کیا جاتا تھا جو بعد مین سریر خلافت پر قدم رکھنا چاہتے ہون جیسا کہ واقعات مندرجۂ ذیل سے واضح ہے۔

وقال قم یا علی فقام علیؑ فوقف تحت المنبر واخذ عبد الرحمان بیده وقال

یعنی عبد الرحمان بن عوف نے کہا اے علی کھڑے ہو جاؤ پس آپ منبر کے نیچے کھڑے ہو عبد الرحمان

هل انت مبایعی علی کتاب الله وسنة نبیه وفعل ابی بکر و عمر فقال اللهم لا

تاریخ خمیس صفحه ۲۸۴

۲ فجاء رجل من خثعم فقال له علیؑ بایع علی کتاب الله وسنت نبیه قال لا ولکن ابایعک علی کتاب الله وسنة نبیه وسنة ابی بکر و عمر فقال علی وما یدخل سنة ابی بکر و عمر مع کتاب الله وسنة نبیه انما کانا عاملین بالحق حیث عملا فابی الخثعمی الا سنة ابی بکر و عمر وابی علیؑ ان یبایعه الا علی کتاب الله وسنة نبیه صلی الله علیه وسلم۔

(امامت و سیاست ابن قتیبہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۳)

نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ ہم تم سے اس شرط پر بیعت خلافت منظور کرتے ہین کہ کتاب و سنت اور عمل ابوبکر و عمر کے مطابق عمل کرو حضرت نے فرمایا نہین

ایک مرد خثعمی امیر المومنین کے پاس آیا آپ نے اُس سے کتاب خدا و سنت رسول کی شرط پر بیعت کرنے کے لیے فرمایا لیکن اُس نے انکار کیا اور کہا مین تو کتاب خدا و سنت رسول و سنت ابوبکر و عمر کی شرط پر بیعت کرونگا۔ حضرت نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر کی سنت کو کتاب خدا و سنت رسول کے ساتھ کیا دخل۔ ہان اُنھون نے جہان کیا تھا حق پر عمل کیا تھا (مگر کتاب خدا و سنت کے ساتھ اُس کو مستقل سنت قرار دینا کیسا؟) لیکن خثعمی اسی شرط سنت ابوبکر و عمر پر جما رہا اور امیر المومنین کو یہ اصرار رہا کہ وہ فقط کتاب خدا و سنت رسول پر بیعت کرے۔

جنگ فارس کے وقت امیر المومنینؑ کی صائب رائے

۲۔ امیر المومنینؑ نے حضرات عمر و عثمان کو مخصوص مہمات مین نہایت صائب رائین دین جن سے آپ کا ملکہ تدبیر و سیاست بحد کمال ظاہر ہوتا ہے مزید تفصیل و توضیح کیلئے اُن واقعات کا ذکر کر دینا مناسب ہے۔

عن شعیب عن سیف عن ابی بکر الهذلی قال اخبرهم عمر الخبر واستشارهم وقال اوجزوا فی القول ولا تطیلوا فتشفع بكم الامور واعلموا ان هذا الیوم له مابعده من الایام تکلموا فقام طلحة بن عبید الله وکان من خطباء اصحاب رسول الله صلعم فتشهد ثم قال اما بعد یا امیر المومنین فقد احکمتک الامور وعجمتک البلایا واحتنکتک التجارب وانت وشانک وانت ورأیک لا ننبو فی یدیک ولا نکل علیک هذا الامر الا الیک فمرنا نطع وادعنا نجب واحملنا نرکب وقدنا ننقد فانک ولی هذا الامر وقد بلوت وجربت واختبرت فلم ینکشف شئ من عواقب قضاء الله لك الا عن خیار ثم جلس فعاد عمر فقال ان هذا یوم له مابعده من الایام فتکلموا فقام عثمان فتشهد وقال اری یا امیر المومنین ان تکتب الی اهل الشام فیسیروا من شامهم وتکتب الی اهل الیمن فیسیروا من یمنهم ثم تسیر انت باهل هذین الحرمین الی المصرین الکوفة والبصرة فتلقی جمع المشرکین بجمع المسلمین فانک اذا سرت بمن معک

شعیب نے سیف سے اُس نے ابوبکر الہذلی سے روایت کی ہے کہ عمر نے لوگون سے وہ خبر بیان کی اور مشورہ طلب کیا اور کہا کہ بیان مین اختصار کرو طول نہ دو اور یہ جان لو کہ یہ وہ دن ہے جس کے نتیجہ پر بعد کے ایام موقوف ہین (یعنی آج جو کچھ ہوگا اُس کا اثر اور دنون پر پڑے گا) پس طلحہ جو خطبائے اصحاب رسول مین تھے کھڑے ہوے اور بعد شہادتین یہ کہا کہ اے امیر المومنین آپ کو مہمات نے محکم رائے اور آزمائشون نے آزمودہ کار بنا دیا ہے اور تجربون نے پختہ عقل کر دیا ہے آپ اپنی حالت اور اپنی رائے کے مختار ہین ہم آپ کے ہاتھون مین رہکر کوتاہی نہ کرین گے اور اس امر کو آپ ہی کی رائے پر چھوڑ دین گے پس جو ہم کو حکم دیجئے اُسکی اطاعت کیلئے حاضر ہین اور ہمین طلب کیجئے ہم اجابت کیلئے تیار ہین اور ہم کو اٹھائیے ہم سوار ہونے کو موجود ہین ہمین آگے کھینچیے ہم آپ کے مطیع و منقاد ہین پس آپ اس امر کے مالک اور بخوبی آزمودہ کار و صاحب تجربہ ہین قضائے الٰہی کے عواقب ہمیشہ آپ کے لئے بہتر ہی ظاہر ہوتے رہے ہین یہ کہکر وہ بیٹھ گئے پھر عمر نے دوبارہ یہی کہا کہ آج کے دن جو کچھ ہوگا اُس پر بعد کے ایام موقوف ہین پس تم لوگ کچھ کہو اس پر عثمان کھڑے ہوے اور بعد شہادتین کہنے لگے کہ امیر المومنین! آپ اہل شام کو لکھیے کہ وہ اپنے ملک سے

وعندک قبل فی نفسک ما قد تكاثر من عددالقوم وكنت اغزغزاً واكثر یا امیر المؤمنين انك لا تستبقى من نفسك بعد العرب باقية ولا تمتنع من الدنيا بعزيز ولا تلجى ذمتها بحرز حريزان هذا اليوم له ما بعده من الايام فاشهده برايك واعوانك ولا تغب عنه ثم جلس فعاد عمر فقال ان هذا يوم له ما بعده من الايام فتكلموا فقام علی بن ابیطالبؑ فقال اما بعد يا امير المؤمنين فانك ان اشخصت اهل الشام من شامهم سارت الروم الى ذراريهم وان اشخصت اهل اليمن من يمنهم سارت الحبشة الى ذراريهم وانك ان شخصت من هذه الارض انتقضت العرب من اقطارها و اطرافها حتى يكون ما تدع وراءك اهم مما بين يديك من العورات والعيالات اقررهولاء فى امصارهم واكتب الى اهل البصرة فليتفرقوا فيها ثلاث فرق فلتقم فرقة لهم فى حرمهم و ذراريهم ولتقم فرقة فى اهل عهدهم

چلین اور اہل یمن کو لکھ بھیجئے کہ وہ اپنے ملک سے روانہ ہو جائین پھر آپ بذات خود دونون حرمون (مکہ و مدینہ) کے لوگون کو لیکر کوفہ و بصرہ کی طرف روانہ ہو جائیے اور مسلمانون کے جتھے کے ساتھ مشرکین کی جماعت کا مقابلہ کیجئے جب آپ اُن لوگون کو لیکر روانہ ہونگے جو آپ کے ساتھ ہین تو قوم کفار کی جو کثرت تعداد آپ کی خیال مین ہے وہ آپ کے نزدیک کم ہو جائیگی اور آپ عزت مین اُن سے بڑھے چڑھے رہینگے اے امیر المومنین قوم عرب کو ساتھ لے لینے کے بعد آپ کے نفس مین کوئی ہوس اور باقی نہ رہ جائیگی اور نہ دنیا کے کسی باعزت کی مدد لینے اور کسی مستحکم قلعے کی پناہ ڈھونڈھنے کی حاجت ہوگی اس دن کے نتیجہ پر بعد کے ایام موقوف ہین بس آپ اپنی رائے اور اپنے انصار سمیت وہان موجود ہو جائیے غیبت نہ اختیار کیجئے یہ کہکر وہ بیٹھ گئے اور عمر نے پھر کلام سابق کا اعادہ کیا تب علی بن ابیطالبؑ کھڑے ہوے اور کہا کہ امیر المؤمنین! اگر آپ نے اہل شام کو شام سے روانہ کر دیا تو روم والے اُن کے عیال و اطفال کی طرف متوجہ ہو جائین گے اور اگر یمن کے لوگون کو یمن سے روانہ کر دیا تو حبشی اُن کے عیال و اطفال

لئلا تنتقضوا عليهم ولتسر فرقة الى اخوانهم بالكوفة مددا لهم ان الاعاجم ان ينظروا اليك غداً قالوا هذا امير العرب واصل العرب فكان اشد لكلبهم والبتهم على نفسك واما ما ذكرت من مسير القوم فان الله هو اكره لمسيرهم منك وهو اقدر على تغيير ما يكره واما ما ذكرت من عددهم فانا لم نكن نقاتل فيما مضى بالكثرة ولكنا كنا نقاتل بالنصر فقال عمر اجل والله لئن شخصت من البلدة لتنتقضن على العرب اطرافها واكنافها ولئن نظرت الى الاعاجم لا يفارقن العرصة وليمدنهم من لم يمدهم وليقولن هذا اصل العرب فاذا اقتطعتموه اقتطعتم اصل العرب

(تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۲۳۸)

کہ وہ لوگ اُن پر ٹوٹ پڑین اور ایک گروہ اپنے بھائیون کی مدد کے لئے کوفہ کیطرف روانہ ہو جائے اگر عجم کل آپ کو دیکھ لینگے تو کہین گے کہ یہی اصل عرب ہے پس یہ اُن کے غصہ و دیوانگی کے بڑھنے اور آپ پر جمع ہو جانے کا سبب ہوگا اور آپ نے قوم کفار کے روانہ ہو جانے کا جو ذکر کیا تو خدا اُن کے روانہ ہونے کو آپ سے زیادہ ناپسند کرنے والا ہے اور وہ اپنے ناپسند امر کو پلٹ دینے پر زیادہ قادر ہے اور اُن کی تعداد کا جو ذکر کیا تو ہم گذشتہ زمانہ مین کثرت کے بھروسہ پر جنگ نہین کرتے تھے بلکہ نصرت خدا کے سہارے پر لڑا کرتے تھے پس عمر نے کہا کہ ہان واللہ اگر مین اس شہر سے روانہ ہوا تو عرب تمام اطراف و جوانب سے ٹوٹ پڑین گے اور اگر اعاجم نے مجھے دیکھ لیا تو پھر میدان جنگ سے نہ ہٹین گے اور وہ لوگ بھی اُن کے مددگار بن جائین گے جنھون نے کبھی اُن کی مدد نہین کی ہے اور یہی کہینگے کہ بس یہی عرب کی جڑ ہے اگر تم نے اس کو کاٹ دیا تو عرب کی جڑ ہی کاٹ دی“

امیر المومنینؑ کا مشورہ عثمان کو

ان نفراً من اصحاب رسول الله صلعم لكانبوا فكتب بعضهم الى البعض ان اقدموا فان الجهاد بالمدينة

اصحاب رسولؐ مین سے کچھ لوگون نے آپس مین خط و کتابت کی اور ایک نے دوسرے کو یہ لکھ بھیجا کہ یہان آجاؤ کیونکہ جہاد روم مین نہین بلکہ مدینہ مین ہے اور ۳۴ھ مین لوگون نے

لا بالروم واستطال الناس علی عثمان و
نالوا منه فی سنة اربع وثلثین ولم یکن
احد من الصحابة یذب عنه ولا ینهی
الا نفر منهم زید بن ثابت وابو اسید
الساعدی وکعب بن مالک وحسان
بن ثابت فاجتمع الناس فکلموا علی
بن ابیطالب وسألوه ان یکلم عثمان
فدخل علیه وقال له ان الناس ورائی
وقد استسفرونی بینک وبینهم والله
ما ادری ما اقول لک ما اعرف شیئاً تجهله
ولا ادلک علی شیء لا تعرفه انک تعلم
ما نعلم ما سبقناک الی شیء فنخبرک عنه
ولا خلونا بشیء فنبلغکه وقد رأیت کما
رأینا وسمعت کما سمعنا وصحبت
رسول الله کما صحبنا وما ابن ابی
قحافة ولا ابن الخطاب اولی بعمل الحق
منک انت اقرب الی رسول الله صلعم وشیجة رحم
منهما وقد نلت من صهره ما لم ینالا
فالله الله لا تبصر من عمی ولا تعلم من
جهل وان الطریق لواضحة وان
اعلام الدین لقائمة فاعلم ان

عثمان پر زغہ کیا اور درپے شکوہ وشکایت ہوئی
صحابہ میں سے کوئی شخص سوائے چند نفر کے
جن میں سے زید بن ثابت ابو اسید ساعدی
کعب بن مالک حسان بن ثابت بھی تھے اور
کوئی اون کی طرف سے لوگوں کو دفع کرنے اور
باز رکھنے میں مصروف نہ تھا پس لوگ (مخالفین
عثمان) علی بن ابیطالب کے پاس مجتمع ہوئے
اور یہ درخواست کی کہ وہ اُن کے معاملہ میں
عثمان سے گفتگو کریں پس وہ عثمان کے پاس
گئے اور یہ کہا کہ لوگوں کو میں اپنے پیچھے چھوڑ آیا
ہوں اُنھوں نے مجھکو اپنے اور تمھارے درمیان
سفیر بنا کر بھیجا ہے مگر بخدا میں نہیں جانتا کہ
میں تم سے کہوں کیا؟ کیونکہ مجھے نہ کسی ایسی شے کا
علم ہے جس سے تم جاہل ہو اور نہ میں کسی ایسی
شے کی طرف تمھیں راہ دکھا سکتا ہوں جس کو تم نہ
پہچانتے ہو (خیر سے) جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ تم
بھی جانتے ہو ہم نے کسی شے کی طرف تم پر سبقت
تو کی نہیں جس کی خبر تم کو دیں اور نہ کوئی شے ہمسے
مختص رہی جس کو ہم تم تک پہونچائیں تم نے
رسول کو دیکھا جس طرح ہم نے دیکھا اور اُن سے
تم نے بھی سنا جو کچھ ہم نے سنا اور صحبت رسول صلعم

افضل عباد الله عند الله امام عادل هُدی
وهدی فاقام سنة معلومة وامات
بدعة مجهولة وان السنن لنیرة لها اعلام
وان البدع ظاهرة لها اعلام وان
شر الناس امام جائر ضل وضل به فامات
سنة ماخوذة واحیی بدعة متروکة
وانی سمعت رسول الله صلعم یقول یؤتی
یوم القیامة بالامام الجائر ولیس معه
نصیر ولا عاذر فیلقی فی نار جهنم فیدور
فیها کما تدور الرحی ثم یرتبط فی قعرها
وانی انشدک ان لا تکون امام هذه
الامة المقتول فانه کان یقال یقتل
فی هذه الامة امام یفتح علیها القتل
والقتال الی یوم القیامة ویلبس
امورها علیها ویثبت الفتن علیها
فلا یبصرون الحق من الباطل
یموجون فیها موجاً ویمرجون فیها
مرجاً فلا تکونن لمروان سیقة
یسوقک حیث شاء بعد جلال
السن وتقضی العمر ــ

(تاریخ طبری)

میں تم بھی رہے جس طرح ہم رہے ابن ابی قحافہ
اور ابن خطاب تم سے زیادہ مستحق عمل حق کے نہ تھے
کیونکہ تم باعتبار قرابت رسول سے اقرب ہو اور
اُن کی دامادی کی خصوصیت بھی تم کو حاصل ہوئی
ہے جس کو اُن دونوں نے نہیں پایا پس تم کوریچشمی
سے بصیر اور جہل سے عالم نہیں بنائے جا سکتے
(کیونکہ حق کے) راستے واضح اور دین کے اعلام
قائم ہیں پس تم اتنا جان لو کہ خدا کے نزدیک تمام
بندوں میں افضل وہ امام عادل ہے جس نے
خود ہدایت پائی اور دوسروں کو ہدایت کی جس نے
سنت معلومہ کو قائم اور بدعۃ مجہولہ کو مردہ کیا بیشک
سنن روشن ہیں ان کے لئے کچھ نشان موجود
ہیں اور (اسیطرح) بدعتیں بھی ظاہر ہیں اور اُن
کے لئے بھی کچھ نشان ہیں اور بدترین انسان
وہ امام جابر ہے جو خود بھی گمراہ ہوا اور دوسرے
لوگ بھی اسکی وجہ سے گمراہی میں پڑے جس نے
قابل عمل سنت کو مردہ اور لائق ترک بدعت کو
زندہ کیا اور میں نے رسول خدا صلعم سے یہ سنا
ہے کہ بروز قیامت امام جائر (خدا کے سامنے
اسطرح) لایا جائیگا کہ اُس کا کوئی مددگار اور
اُسکی جانب سے کوئی عذر کرنے والا ساتھ نہ ہوگا پس

وہ جہنم مین ڈالدیا جائیگا اور اُس مین یون چکر کھائیگا جیسے چکی چکر کرتی ہے پھر قعر جہنم مین باندھ دیا جائیگا۔ مین تم کو قسم دیتا ہون کہ تم اس امت کے امام مقتول نہ ہو کیونکہ یہ کہا جاتا تھا کہ اس امت مین ایک امام قتل کیا جائیگا اُس کے بعد قتل و قتال کا دروازہ قیامت تک کے لئے امت پر کھل جائیگا اور اُس پر اُسکے تمام امور مشتبہ ہو جائینگے اور فتنہ اُس پر قدم جمالین گے پس وہ لوگ حق و باطل مین تمیز نہ کر سکین گے اُنھین فتنون مین وہ ڈگمگاتے اور گڈمڈ ہوتے رہین گے پس تم اب سن کی بزرگی اور عمر کی درازی کے بعد مروان کے مطیع نہ بنے رہو کہ وہ تم کو جہان چاہے کھینچے لے جائے۔"

بالجملہ اس مظہر عجائب مین اُس حیرت انگیز ملکہ سیاست روحانی کے ساتھ ساتھ جس کا ظہور واعظانہ زندگی مین اس حد تک ہوا کہ محتاج بیان نہین رہا سیاست خلق و انتظام ملک و فوج کا ملکہ بھی اتنا موجود تھا جس سے بالاتر متصور نہین لہذا یہ خیال کر لینا کہ آپ کی ذات قوت تدبیر و سیاست سے خالی تھی سراسر جہل و بے دینی ہے البتہ آپ نے اپنی تدبیر و سیاست کو اخلاق فاضلہ و قوانین شرعیہ کے حدود کے اندر رکھکر اچھی طرح یہ ثابت کر دیا کہ درحقیقت آپ ہی کی سیاست وہ سیاست تھی جس سے امور دین و دنیا ایک ساتھ صلاح پا سکتے تھے اور اسی سیاست کو جاری کرنے کے لئے روئے زمین پر خلافت الٰہیہ کی بنیاد پڑی اور کثیر التعداد خلفاء اللہ مبعوث ہوئے اور اُس کے قائم کرنے مین اہل دنیا کے ہاتھون انواع و اقسام کے مصائب برداشت کرتے رہے۔

زیادہ کتب تواریخ کی ورق گردانی کی ضرورت نہین صرف اُنھین وصایا و مکاتیب کے دیکھنے سے جو نہج البلاغہ مین موجود ہین بہ تفصیل تمام معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرتؑ نے ممالک محروسہ کے نظم و نسق کی بنیاد کن اصول پر قائم فرمائی تھی افواج کو بلاد مقبوضہ سے گذرنے۔ دشمن سے لڑنے اور بصورت غلبہ ہزیمت یافتہ لوگون سے جو برتاؤ کرنا چاہئے اُس کے آئین و ضوابط کیا کیا تعلیم فرماتے تھے اور خلق اللہ کو معاش و معاد دونو جہتون سے مرفہ حال و فلاح یافتہ بنانا کہان تک مطمح نظر رکھتے تھے اُن وصایا و مکاتیب مین سے چند یہان نقل کئے جاتے ہین۔

ایک سردار فوج کو حضرت کی نصیحت

۱- اتق الله الذی لا بد لك من لقائه ولا منتهی لك دونه ولا تقاتلن الا من قاتلك وسر البردین وغور بالناس ورفه بالسیر ولا تسر اول اللیل فان الله جعله سكنا وقدره مقاما لا ظعنا فارح فیه بدنك وروح ظهرك فاذا وقفت حین ینبطح السحر او حین ینفجر الفجر فسر علی بركة الله فاذا لقیت العدو فقف بین اصحابك وسطا ولا تدن من القوم دنو من یرید ان ینشب الحرب ولا تباعد منهم تباعد من یهاب الناس حتی یاتیك امری ولا یحملنكم شنانكم علی قتالهم قبل دعائهم والاعذار الیهم۔

(نہج البلاغہ حصہ ۲ صفحہ ۸ مطبوعہ مصر)

۱- اُس خدا سے ڈرو جس سے ایکدن تم کو ملنا ہے اور جس کے سوا تمھارے لئے کوئی منتہے نہین اور نہ لڑو مگر اُسی شخص سے جو تم سے لڑے صبح و شام سفر اور دوپہر مین لوگون کو ٹھہرا دینا اور چلنے مین آرام و آسائش کا خیال رکھنا۔ اول شب سفر نہ کرنا کیونکہ خدا نے اُس کو سکون و قیام کا وقت بنایا ہے نہ کہ سفر کا پس تم رات مین اپنے بدن اور اونٹون کو راحت دو پھر جب ظہور سحر و طلوع فجر کے وقت سفر کے لئے تیار ہو جاؤ تو خدا کی برکت کے ساتھ چلنا شروع کر دو۔ جب دشمن (کی فوج) کے قریب پہونچنا تو اپنے ساتھیون کے بیچ مین ٹھہرنا اور دشمنون سے بالکل قریب نہ ہو جانا مثل اُس شخص کے جو خود جنگ کو بھڑکانا چاہتا ہے اور نہ بہت زیادہ دور ہی رہنا...... مثل اُس شخص کے جو لوگون سے ڈرتا ہو (اسیطرح اُس وقت تک ٹھہرے رہنا کہ) میرا حکم تمھارے پاس پہونچ جائے اور (دیکھنا) حق کی طرف بلانے اور عذر و حجت تمام کر لینے سے پہلے بغض و عداوت تم کو اُن سے لڑنے پر آمادہ نہ کرنے پائے۔

جنگ صفین مین فوج کو نصیحت

۲- لا تقاتلوهم حتی یبدؤكم فانكم بحمد الله علی حجة وترككم ایاهم حتی یبدؤكم حجة اخری لكم علیهم فاذا كانت الهزیمة باذن الله

۲- جب تک وہ خود ابتدا نہ کرین اُن سے نہ لڑو کیونکہ تم ایک حجت پر (پہلے ہی سے) قائم ہو اور اُن کی طرف سے چھیڑ شروع ہونے تک اُن کو اپنے حال پر چھوڑ دینے سے دوسری

فلا تقتلوا مدبراً ولا تصیبوا معوراً ولا تجهزوا علی جریح ولا تهیجوا النساء باذی وان شتمن اعراضکم وسببن امراءکم فانهن ضعیفات القوی والانفس والعقول ان کنا لنؤمر بالکف عنهن وانهن لمشرکات۔

(نہج البلاغہ حصہ دوم صفحہ ۹)

حجت (بھی) تمھارے ہاتھ آجائے گی اور جب خدا کے حکم سے وہ شکست کھا جائیں تو کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کرنا اور اُس شخص پر جو اپنی جان بچانے سے عاجز ہو ٹوٹ نہ پڑنا اور کسی زخمی کو ہلاک نہ کرنا عورتوں کو ایذا پہونچا کر ہیجان میں نہ لانا اگرچہ وہ تمھیں برا بھلا کہیں اور تمھارے امیروں کو گالیاں دیں کیونکہ وہ قوے نفوس عقول کے اعتبار سے ضعیف الخلقہ ہیں ہم کو (عہد رسولؐ میں) اُن سے معترض نہ ہونے کا حکم کر دیا جاتا تھا اگرچہ وہ عورتیں مشرکات تھیں۔

امیر المومنین کا خط اُن اہل قریہ کے نام جن کی زمینوں پر سے آپ کی فوجیں گذرنے والی تھیں

۲۔ اما بعد فانی قد سیرت جنوداً ھی مارۃ بکم انشاء اللہ وقد اوصیتھم بما یجب للہ علیھم من کف الاذی وصرف الشذی وانا ابرء الیکم والی ذمتکم من معرۃ الجیش الا من جوعۃ المضطر لا یجد عنھا مذھباً الی شبعہ فنکلوا من تناول منھم ظلماً عن ظلمھم وکفوا ایدی سفھائکم عن مضادتھم والتعرض لھم فیما استثنیناہ لھم وانا بین اظھر الجیش فارفعوا الی مظالمکم وما عراکم

۲۔ اما بعد پس میں نے فوجوں کو روانہ کیا ہے جو انشاء اللہ تمھارے پاس سے گذریں گی میں نے اُن باتوں کی وصیت اُن کو کر دی ہے جو خدا کیطرف سے اُن پر فرض تھیں یعنی وہ ایذا رسانی و شرانگیزی سے باز رہیں پس (اب) اُن فوجوں سے جو ضرر پہونچ جائے اُس کی بابت میں تم سے اور اہل ذمہ (یہود و نصارے) سے اپنی برأت چاہتا ہوں مگر یہ کہ کوئی شخص بھوک سے مضطر ہو کر بغیر کچھ نقصان پہونچائے سیر ہو سکنے کی کوئی راہ نہ پائے پس جو شخص ان میں سے (بغیر ضرورت) کسی شے کو ہاتھ لگائے تو اس کو ظلم کرنے کی سزا دو مگر جو کچھ ہم نے مستثنے کیا ہے

مما یغلبکم من امرھم ولا تطیقون دفعہ الا باللہ وبی فانا اغیرہ بمعونۃ اللہ انشاء اللہ

(یعنی بوقت ضرورت کچھ لینا) اُسکی بابت اپنی قوم کے بے عقلوں کو مزاحمت و تعرض کرنے سے باز رکھنا (اور یہ جان لو کہ گویا) میں لشکر ہی میں موجود ہوں پس جو مظالم تم پر ہوں اور اُن کی طرف سے جو قہر و غلبہ ایسا تمھیں پیش آئے جس کے رفع کرنے پر تم خود قادر نہ ہو سکو وہ مجھ تک پہونچاؤ میں خدا کی مدد سے اُسکو دفع کر دوں گا۔

صدقات عمال کو حضرتؑ کے احکام

۴۔ انطلق علی تقوی اللہ وحدہ لا شریک لہ ولا تروعن مسلماً ولا تجتازن علیہ کارھاً ولا تاخذن منہ اکثر من حق اللہ فی مالہ فاذا قدمت علی الحی فانزل بمائھم من غیر ان تخالط ابیاتھم ثم امض الیھم بالسکینۃ والوقار حتی تقوم بینھم فتسلم علیھم ولا تخدج بالتحیۃ لھم ثم تقول عباد اللہ ارسلنی الیکم ولی اللہ وخلیفتہ لآخذ منکم حق اللہ فی اموالکم فھل للہ فی اموالکم حق فتؤدوہ الی ولیہ فان قال قائل لا فلا تراجعہ وان انعم لک منعم فانطلق معہ من غیر ان تخیفہ او توعدہ او تعسفہ او ترھقہ فخذ ما اعطاک من ذھب او فضۃ فان کان لہ ماشیۃ

۴۔ جاؤ اُس خدائے واحد کا خوف دل میں لئے ہوئے جس کا کوئی شریک نہیں (دیکھنا) کسی مرد مسلم کو ہرگز نہ ڈرانا اور اُس کے پاس سے نہ گذرنا جبکہ وہ اسکو پسند نہ کرتا ہو اور جو کچھ حق اللہ اُس کے مال میں ہو اُس سے زیادہ نہ لینا جب کسی قبیلہ کے پاس تمھارا آنا ہو تو اُنکے تالاب کے پاس اوترنا اُن کے گھروں سے قریب نہ رکھنا پھر اُن کے پاس سکون و وقار کے ساتھ جانا اور سامنے کھڑے ہو کر پہلے سلام کرنا اور پورے آداب تحیت بجالانا پھر یہ کہنا کہ بندگان خدا مجھے ولی خدا اور خلیفہ خدا نے تمھارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ جو کچھ حق خدا کا تمھارے اموال میں ہے اس کو تم سے وصول کر لوں پس اگر تمھارے اموال میں کچھ حق خدا کا ہے تو اسکے ولی کے پاس پہونچا دو اس پر اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ "نہیں" تو پھر اس سے بات بھی نہ کرو

او ابل فلا تدخلها الا باذنه فان اکثرها له فاذا اتیتها فلا تدخل علیها دخول متسلط علیه ولا عنیف به ولا تنفرن بهیمة ولا تفزعنها ولا تسوءن صاحبها فیها واصدع المال صدعین ثم خیره فاذا اختار فلا تعرضن لما اختاره ثم اصدع الباقی صدعین ثم خیره فاذا اختار فلا تعرضن لما اختاره فلا تزال بذلک حتی یبقی ما فیه وفاء لحق الله فی ماله فاقبض حق الله منه فان استقال فاقله ثم اصنع مثل الذی صنعت اولا حتی تاخذ حق الله فی ماله ۔

(انتہی بقدر الحاجۃ)

اور اگر "ہان" کہے تو اُس کے ساتھ جاؤ اور بغیر ڈرانے دھمکانے ۔ زبردستی اور سختی کرنے کے جو کچھ دیدے اُس کو لیلو اور اگر اُس کے پاس مویشی اور اونٹنیان ہون تو اُن کے گلے مین بغیر اُسکی اجازت کے داخل نہ ہو کیونکہ اُس مین زیادہ حصہ اُسی کی ملک ہے اور جب مالک کے اذن سے اُس گلہ مین داخل بھی ہو تو اس طرح نہین جیسے متسلط و ظالم شخص داخل ہوا کرتا ہے (کہ مالک کے لئے حق تصرف باقی نہین رکھتا) اور کسی جانور کو نہ بھڑکاؤ اور نہ ڈراؤ (غرض) اُن کے ساتھ کوئی ایسی بات نہ کرو جو مالک کو بری معلوم ہو (ظلم حکام کی طبایع کا خاصہ ہے اور وہ ہر طریقہ سے اپنا رعب بٹھانا چاہتے ہین چونکہ وہ عمال جو بہائم مین سے حصہ سلطانی وصول کرنے پر مامور ہوتے تھے اُنھین طریقون سے اپنے رعب و دبدبہ کا اظہار کیا کرتے تھے نیز جانورون کو بھڑکانے اور بھگانے سے یہ مقصود بھی ہوتا تھا کہ اُن مین سے تمیز کرکے اچھے جانورون کو چن لین لہذا امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان تمام طرق ظلم سے تاکید شدید نہی فرمائی اس سے زیادہ مراعاۃ حق و انصاف اور رعایا پروری اور کیا ہو سکتی ہے؟) اور مال کو دو حصون مین تقسیم کرو پھر اُس کو اختیار دیدو (کہ جو حصہ چاہے لیلے) پھر اسیطرح باقی نصف کو بھی دو حصون مین تقسیم کرو اور پسند کر لینے پر اُسکو مختار کر دو اور جب وہ کوئی حصہ پسند کرے تو اُس سے اُس حصہ کی بابت کچھ تعرض نہ کرو پس برابر ایسا ہی کرتے رہو کہ اسقدر مال فقط باقی رہجائے جس سے خدا کا حق پورا ہوتا ہو تو اسکو لیلو پھر بھی اگر (اُس مین کوئی جانور ایسا آگیا ہو جس کے دینے سے) مالک معافی چاہے تو معاف کر دو اور تمام اموال کو باہم ملا کر اُسی طرح از سر نو تقسیم کرو یہانتک کہ تم اُسکے

امیر المومنین کا خط عمال خراج کے نام

۵ من عبد الله علی امیر المومنین الی اصحاب الخراج اما بعد فان من لم یحذر ما هو صائر الیه لم یقدم لنفسه ما یحرزها واعلموا ان ما کلفتم یسیر وان ثوابه کثیر ولو لم یکن فیما نهی الله عنه من البغی والعدوان عقاب یخاف لکان فی ثواب اجتنابه ما لا عذر فی ترک طلبه فانصفوا الناس من انفسکم واصبروا لحوائجهم فانکم خزان الرعیه ووکلاء الامة وسفراء الائمة ولا تحسموا احدا عن حاجته ولا تحبسوه عن طلبته ولا تبیعن للناس فی الخراج کسوة شتاء ولا صیف ولا دابة یعتملون علیها ولا عبدا ولا تضربن احدا سوطا لمکان درهم ولا تمسن مال احد من الناس مصل ولا معاهد الا ان تجدوا فرسا او سلاحا یعدی به علی اهل الاسلام فانه لا ینبغی للمسلم ان یدع ذالک فی ایدی اعداء الاسلام فیکون شوکة علیه

جو شخص نہین ڈرتا اُس (عاقبت) سے جسکی طرف وہ جانیوالا ہے وہ کوئی عمل ایسا نہین بجالاتا جو اپنے نفس کو (اُس دن کے عذاب سے) محفوظ رکھے تم یہ جان لو کہ تمکو جن اعمال کی تکلیف دیگئی ہے وہ تھوڑے ہین اور اُنکے ثواب بہت ہین اگر ظلم و جور مین جس سے پروردگار عالم نے نہی فرمائی ہے کوئی خوف کے قابل عذاب بھی نہو تب بھی (کم از کم) اُس سے اجتناب کرنے مین جو ثواب مقرر ہے اُسکے طلب کرنے کے سبب انسان معذور نہین سمجھا جا سکتا (کیونکہ اُس نے اپنے نفس کو اُس نفع سے محروم کر دیا جسکو حاصل کرنے پر قادر تھا) پس تم لوگو نکے معاملات مین انصاف کرو ۔ اور اُنکے حاجات بر لانے مین صبر سے کام لو کیونکہ تم رعیت کے خزانہ دار اور امت کے وکیل اور ائمۂ دین کے سفیر ہو اور کسی شخص کو (غیظ و غضب دکھا کر) طلب حاجت سے باز نہ رکھو اور اُسکو اپنا مطلب حاصل کر لینے سے ۔ روکو اور (ادائے خراج کیلئے) لوگونکے کپڑے جاڑے اور گرمی کے (کاشتکاری اور دیگر ضروریات مین) کام آنیوالے مویشی اور غلام کو بیچڈالنے پر مجبور نکرو اور درہم (خراج) کے لیے کسی کو کوڑی نمارو اور کسیکے مال کو ہرگز ہاتھ نہ لگاؤ خواہ وہ اہل اسلام ہون یا اہل عہد و ذمہ (یعنی یہود و نصاریٰ اور وہ مشرکین جو عہد

معاہدہ بلاد شرک سے سفارت یا تجارت کے لیے آئے ہوں) لیکن اگر تم کو انکے پاس گھوڑے یا ہتھیار ملیں جن سے اہل اسلام پر چڑھائی کر سکتے ہوں تو اُنپر قبضہ کر لو۔ کیونکہ کسی مسلمان کو نہ چاہیے کہ یہ چیزیں دشمنان اسلام کے پاس چھوڑے جن سے اُسکے برخلاف شوکت و قوت پا سکیں۔

(۶) امیر المومنین کا خط عثمان بن حنیف عامل بصرہ کے نام۔

اما بعد یا ابن حنیف فقد بلغنی ان رجلا من فتیۃ اھل البصرۃ دعاک الی مادبۃ فاسرعت الیھا تستطاب لک الالوان وتنقل الیک الجفان وما ظننت انک تجیب الی طعام قوم عائلھم مجفو وغنیھم مدعو فانظر الی ما تقضمہ من ھذا المقضم فما اشتبہ علیک علمہ فالفظہ وما ایقنت بطیب وجوھہ فنل منہ الا وان لکل ماموم اماما یقتدی بہ ویستضی بنور علمہ الا وان امامکم قد اکتفی من دنیاہ بطمریہ ومن طعمہ بقرصیہ الا وانکم

اما بعد اے ابن حنیف مجھ تک یہ خبر پہونچی ہے کہ بعض اہل بصرہ نے تمھیں ایک دعوت ولیمہ مین بلایا پس تم بسرعت وہان پہونچ گئے طرح طرح کے نفیس کھانے تمھارے لیے منگائے جا رہے تھے اور پیالے تمھاری طرف بڑھائے جاتے تھے ادھر تو یہ خیال نہ تھا کہ تم اُس قوم کی دعوت قبول کر لوگے جن کے فقراء تو (اُنکے دسترخوانون سے) دور نکال دیے جاتے ہین اور اغنیا مدعو ہوتے ہین (خیر آیندہ) نظر رکھنا اُس کھانے پر کہ جسکو تم کھاؤ۔ پس جو مشتبہ ہو (کہ حلال ہے یا حرام) اُسکو منھ سے نکال پھینکو اور جسکے طیب ہونیکا تمھین یقین ہو جائے اُسے تناول کرو ہر ماموم کیلئے ایک امام کا ہونا لازم ہے جسکی وہ اقتدا کرے اور جسکے نور علم سے روشنی حاصل کرے پس دیکھو! تمھارے امام نے دُنیا سے فقط دو پرانی چادرون اور کھانون مین سے محض دو روٹیون پر اکتفا کر لی ہے ہان بیشک تم اُس (زہد) پر قادر نہین ہو سکتے (کبھی جہانتک بن پڑے) ورع و اجتہاد عفت و سداد

لا تقدرون علی ذالک ولکن اعینونی بورع واجتھاد وعفۃ وسداد فواللہ ما کنزت من دنیاکم تبرا ولا ادخرت من غنائمھا وفرا ولا اعددت لبالی ثوبی طمرا بلی کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء فشحت علیھا نفوس قوم وسخت عنھا نفوس قوم اخرین ونعم الحکم للہ وما اصنع بفدک وغیر فدک والنفس مظانھا فی غد جدث تنقطع فی ظلمتہ آثارھا وتغیب اخبارھا وحفرۃ لو زید فی فسحتھا واوسعت یدا حافرھا لا ضغطھا الحجر والمدر وسد فرجھا التراب المتراکم وانما ھی نفسی اروضھا بالتقوی لتاتی امنۃ

تم میری مدد کرتے رہو خدا کی قسم مین نے تمھاری دنیا سے سونا چاندی فراہم کر کے نہین رکھا اور نہ غنائم دُنیا مین سے کچھ جمع کیا اور اپنے اِن پُرانے کپڑے کے سوا کوئی دوسری ردا مُہیا کر رکھی ہو (اِس انتظار مین کہ جب بیکار ہو جائیگی تو اُسکو پہنونگا) ہان۔ اِن تمام (دنیوی اشیاء) مین سے جن پر آسمان سایہ فگن ہے ہمارے ہاتھو مین بس ایک فدک تھا تو اُسپر بھی ایک قوم کے نفوس نے طمع کی اور دوسری قوم نے سخاوت سے (ضرور) کام لیا اب اسکا نا فیصلہ خدا کے ہاتھ ہے اور فدک اور غیر فدک سے مجھے کیا کام ہے جبکہ اِس نفس کا مقام کل قبر مین ہوگا جسکی تاریکی مین اُسکے آثار منقطع ہو جائینگے اور اُسکی خبرین غائب ہو جائینگی اور وہ گڑھا (کل اُس نفس کا مقام بنے گا) جسکی کشادگی کچھ زیادہ بھی کر دیجائے۔ اور کھودنے والے ہاتھ اُسمین کسیقدر وسعت کر دین تب بھی پتھر اُسکو تنگ بناوینگے اور خاک اُسکی درزونکو بند کر دے گی یہی میرا نفس ہے جسکو مین تقوے سے مرتاض بنا رہا ہون تاکہ خوف اکبر (قیامت) کے دن امان یافتہ نکلے اور پھسل جانیکی جگہ (صراط) پر ثابت قدم رہے اگر چاہتا تو مین بھی اِس

یوم المخوف الاکبر وتثبت
علی جوانب المزلق ولو شئت
لاهتدیت الطریق الی
مصفی هذا العسل ولباب
هذا القمح ونسائج هذا القز
ولکن هیهات ان یغلبنی
هوای ویقودنی جشعی الی
تخیر الاطعمة ولعل بالحجاز او
الیمامة من لا طمع له فی القرص
ولا عهد له بالشبع او ابیت
مبطانا وحولی بطون غرثی
واکباد حری او اکون کما قال القائل
ع وحسبک داءً ان تبیت ببطنة
وحولک اکباد تحن الی القد
اقنع من نفسی بان یقال امیر المومنین
ولا اشارکهم فی مکاره الدهر
او اکون اسوة لهم فی جشوبة العیش
امیر المومنین کا خط مالک اشتر کے نام ہے هذا
ما امر به عبد الله علی امیر المومنین مالک
ابن الحارث الاشتر فی عهده الیه حین ولاه
مصر جبایة خراجها وجهاد عدوها واستصلاح اهلها
وعمارة بلادها۔

شہد مصفےٰ اور گندم خالص اور جامہ ہائے ریشمین
کیطرف راہ پا سکتا تھا لیکن افسوس کا مقام ہوگا
کہ میرا نفس مجھپر غالب آجائے اور حرص مجھے عمدہ کھانے
پسند کرنیکی طرف کھینچ لیجائے درآنحالیکہ حجاز و
یمامہ میں ایسے لوگ بھی موجود ہوں جنکو ایک
روٹی کی بھی آس نہو اور سیری شکم سے آشنا ہی
نہ ہوتے ہوں یا میں پیٹ بھر کر سوؤں درآنحالیکہ
بھوکے پیٹ اور جلے ہوئے جگر میرے گرد موجود ہوں
یا میں ویسا بن جاؤں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔
وہ بیماری تمہارے لیے کافی ہے کہ تم شکم پُر
کیے ہوئے رات بسر کرو درآنحالیکہ تمہارے گرد و
پیش کچھ جگر ایسے موجود ہوں جو ایک ٹکڑے گوشت
کے لیے آرزومند و نالہ کش ہوں۔ کیا میں اپنے
نفس کے لیے بس اسی پر قناعت کر لوں کہ مجھے
لوگ "امیر المومنین" کہیں اور مکارہ دہر
میں اُنکا شریک درسختی اور بدحالی میں انکا مقتدا نہ ہوں
۷ ۔ یہ وہ عہد ہے جسکو پورا کرنیکا بندۂ خدا
امیر المومنین علی نے مالک اشتر کو حکم دیا ہے جبکہ
انکو تحصیل خراج ۔ جہاد اعداء ۔ باشندوں کی اصلاح
شہروں کو آباد کرنیکے لئے مصر کا حاکم بنایا ہے

---

(۱) امره بتقوی الله وایثار طاعته
واتباع ما امر به فی کتابه من فرائضه
وسننه التی لا یسعد احد الا
باتباعها ولا یشقی الا مع جحودها
واضاعتها وان ینصر الله
بقلبه ویده ولسانه فانه
جل اسمه قد تکفل بنصر
من نصره واعزاز من
اعزه ۔
۲ ۔ وامره ان یکسر نفسه من
الشهوات ویزعها عند
الجمحات فان النفس امارة
بالسوء الا ما رحم
الله

۳ ۔ ثم اعلم یا مالک انی
قد وجهتک الی بلاد
قد جرت علیها دول قبلک
من عدل وجور وان الناس ینظرون
من امورک فی مثل ما کنت تنظر
فیه من امور الولاة قبلک و

۱ ۔ میں اون کو حکم دیتا ہوں خدا سے ڈرنے
اور اوسکی طاعت کو مقدم رکھنے اور اون فرائض
وسنن کے اتباع کرنے کا جن کا اتباع کرنے ہی سے
انسان سعادتمند ہو سکتا ہے اور انکار کرنے
سے مبتلائے شقاوت ہو جاتا ہے اور اس امر کا
(حکم دیتا ہوں) کہ دل ہاتھ ۔ زبان سے
خدا کی نصرت کریں پس وہ بھی متکفل ہوتا ہے
اُس شخص کی نصرت کرنے کا جو اُسکی نصرت
کرے اور عزت دینے کا جو اُسکی عزت ملحوظ رکھے
۲ ۔ اور میں حکم دیتا ہوں کہ شہوات کی طرف
مائل ہونے کے وقت اپنے نفس کی قوتوں
کو توڑ دیں اور منازعت و مخالفت سے
باز رکھیں کیونکہ نفس ہمیشہ برائیوں کا حکم
دیتا ہے لیکن جبکہ خدا رحم کرے (اور توفیق
خیر عطا فرمائے)
۳ ۔ اے مالک! یہ جان لو کہ میں تم کو اُن
شہروں کی طرف بھیج رہا ہوں جہاں تم سے
پہلے عادل و جائر ہر طرح کی حکومتیں گذر چکی
ہیں اور لوگ تمہارے امور کو بھی اوسی
نظر سے دیکھیں گے جس سے تم خود اپنے
پیشرو حکام کے امور کو دیکھتے رہے ہو اور

يقولون فيك ما كنت تقول فيهم وانما يستدل على الصالحين بما يجري الله لهم على لسن عباده فليكن احب الذخائر اليك ذخيرة العمل الصالح فاملك هواك وشح بنفسك عما لا يحل لك فان الشح بالنفس الانصاف منها فيما احبت و اكرهت واشعر فيك الرحمة للرعية و المحبة لهم واللطف بهم ولا تكونن عليهم سبعا ضاريا تغتنم اكلهم فانهم صنفان اما اخ لك في الدين او نظير لك في الخلق يفرط منهم الزلل و تعرض لهم العلل ويؤتى على ايديهم في العمد و الخطاء فاعطهم من عفوك وصفحك مثل الذي تحب

تمہاری بابت بھی وہی کہیں گے جو تم بھی اُن (ولاۃ وحکام) کی بابت کہتے رہے ہو اور صالحین (کے صالح ہونے) پر اُسی (ذکر جمیل) سے استدلال کیا جاتا ہے جو خداوند عالم زبان خلق پر جاری کرتا ہے لہٰذا لازم ہے کہ محبوب ترین ذخائر تمہارے نزدیک ذخیرۂ عمل صالح ہو اور اپنی نفسانی خواہشوں پر قابو رکھو اور نفس پر بخل کرو اون باتوں میں پڑجانے سے جو تمہارے لیے حلال نہ ہوں اور نفس پر بخل کرنا یہ ہے کہ (اسکو شہوات باطلہ کی طلب اور فرائض حقہ کے ترک میں آزاد نہ کرو بلکہ) جن امور کو محبوب رکھتا ہو اور جن سے نفرت کرتا ہو اون کی بابت اوس کو انصاف پر مائل کرو اور اپنے دلمیں رعیت پر رحم ومحبت ولطف کا احساس پیدا کرو اور اُن کے ساتھ اوس حیوان درندہ کا سا برتاؤ نہ کرو جو اُن کو کھالینا ہی غنیمت سمجھتا ہو کیونکہ اُن میں دو ہی صنف کے لوگ ہیں یا تو تمہاری دینی بھائی ہیں یا کم سے کم، وہ لوگ ہیں جو خلقت میں تمہیں جیسے انسان ہیں (تمہاری طرح) اُنسے بھی لغزش ہو جاتی ہے اور اُن کو بھی علل (سہو ونسیان) لاحق ہو جاتی ہیں اور اُن سے

ان يعطيك الله من عفوه وصفحه فانك فوقهم ووالي الامر عليك فوقك والله فوق من ولاك وقد استكفاك امرهم وابتلاك لهم ولا تنصب نفسك لحرب الله فانه لا يدى لك بنقمته ولا غنى بك عن عفوه ورحمته ولا تندمن على عفو ولا تبجحن بعقوبة ولا تسرعن الى بادرة وجدت منها مندوحة ولا تقولن اني مؤمر آمر فاطاع فان ذلك ادغال في القلب ومنهكة للدين وتقرب من الغير واذا احدث لك ما انت فيه من سلطانك ابهة او مخيلة فانظر الى عظم ملك الله فوقك وقدرته منك على ما لا تقدر عليه

بھی برائیاں عمداً یا سہواً سرزد ہو جاتی ہیں پس تم اُنکو بھی اپنی طرف سے عفو ودرگذر کرو جیسے تم خود (اپنی خطاؤں کی بابت) خداوند عالم سے چاہتے ہو کہ معاف کرے اور درگذر فرمائے پس تم اُن لوگوں پر (حاکم) ہو اور تمہارا امیر تم پر (نگراں) ہے اور خدا اوس کے اوپر (ناظر) ہے جس نے تمہیں خلق کا والی اور اُن کے امور کا متکفل بنایا ہے اور اُن کے ذریعہ سے تمہاری آزمائش کرنی چاہی ہے۔ اور احکام شرعیہ کی مخالفت کرکے) خدا سے جنگ کرنے پر آمادہ نہ ہو جاؤ کیونکہ تم کو اُسکے عذاب کے دفع کرنیکی طاقت نہیں ہے اور نہ تم اُسکے عفو ورحمت سے کبھی مستغنی ہو سکتے ہو اور (کسی کو معاف کر دینے سے شرمندہ اور (کسی پر) عقوبت کرنے سے خوش نہ ہو۔ اور یہ نہ کہتے پھرو کہ میں امیر وحاکم ہوں میری اطاعت لازم ہے کیونکہ اس سے قلب فاسد اور دین ضعیف ہو جاتا ہے اور تغیرات زمانہ قریب آجاتے ہیں اور جب کبھی ریاست وامارت تمہارے دلمیں کبر وعجب پیدا کر دے تو خداوند عالم کے ملک کی عظمت پر نظر کرو اور اس امر پر کہ وہ تمہاری اُن باتوں پر قادر ہے جن پر تم

من نفسك فان ذلك يطامن اليك من طماحك ويكف عنك من غربك ويفيء اليك بما عزب عنك من عقلك

۴- اياك ومساماة الله في عظمته والتشبه به في جبروته فان الله يذل كل جبار ويهين كل مختال

۵- انصف الله وانصف الناس من نفسك ومن خاصة اهلك ومن لك فيه هوى من رعيتك فانك الا تفعل تظلم ومن ظلم عباد الله كان الله خصمه دون عباده ومن خاصمه الله ادحض حجته وكان لله حربا حتى ينزع ويتوب وليس شيء ادعى الى تغيير نعمة الله وتعجيل نقمته من اقامة على ظلم فان الله سميع دعوة المضطهدين وهو للظالمين بالمرصاد -

۶- وليكن احب الامور اليك

خود قدرت نہیں رکھتے اس سے تمہارا جوش نخوت تھم جائیگا اور حدت سطوت رک جائیگی اور تمہاری گئی ہوئی عقل واپس آجائیگی -

۴- دیکھو! عظمت میں خدا کے مقابل اور جبروت میں اسکا مشابہ بننے سے بچتے رہنا کیونکہ وہ ہر جبار کو ذلیل اور ہر متکبر کو خوار کر دیتا ہے -

۵- اپنے نفس اور اقارب اور ان افراد رعیت کے مقابلہ میں جن کی طرف تمہیں خاص میلان طبع ہے. خدا اور عامۂ ناس کے ساتھ انصاف ملحوظ رکھو (یعنی حقوق اللہ و حقوق الناس کو ادا کرو) اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ظالم ٹھیرو گے اور جو شخص بندوں پر ظلم کرتا ہے خدا خود ان کیطرف سے اسکا خصم بن جاتا ہے اور جس سے وہ مخاصمت کرتا ہے اسکی حجت کو باطل کر دیتا ہے اور جبتک اپنے ظلم سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے وہ اس سے برسر جنگ رہتا ہے اور کوئی شے ظلم سے زیادہ خدا کی نعمت کو متغیر اور اسکے عذاب کو قریب کر دینے والی نہیں ہے کیونکہ وہ مظلوموں کی دعاؤں کو سننے والا ہے اور ظالموں کی گھات میں ہے -

۶- اور تم کو وہی امر سب سے زیادہ محبوب ہونا چاہیئے

اوسطها في الحق واعمها في العدل واجمعها لرضى الرعية فان سخط العامة يجحف برضى الخاصة وان سخط الخاصة يغتفر مع رضا العامة وليس احد من الرعية اثقل على الوالي مؤونة في الرخاء واقل معونة له في البلاء واكره للانصاف واسأل بالالحاف واقل شكرا عند الاعطاء وابطاء عند المنع واضعف صبرا عند ملمات الدهر من اهل الخاصة وانما عماد الدين وجماع المسلمين والعدة للاعداء العامة من الامة فليكن صغوك لهم وميلك معهم -

۷- وليكن ابعد رعيتك منك واشنأهم عندك اطلبهم لمعائب الناس

جو سب سے زیادہ حق میں واقع ہو اور عدل میں عموم تام رکھتا ہو اور عوام رعایا کی رضامندی کا جامع ہو کیونکہ عامہ ناس کی ناراضی خواص کی رضامندی کو بے اثر و بے سود بنا دیتی ہے اور عوام کی رضامندی کیساتھ خواص کی ناراضی ناقابل التفات ہو جاتی ہے اور تمام رعیت میں خواص مقربین کے سوا اور کوئی ایسا نہیں جسمیں (یہ بری خصلتیں ہوں) :- (۱) والی کیلئے کشادہ حالی میں بار خاطر (۲) بلا میں کم مدد کرنے والا (۳) انصاف سے کارہ (۴) سوال مطالب میں بیجا اصرار (۵) اگر عطیات ملیں تو بہت کم شکر گزار (۶) اگر نہ ملیں تو قبول عذر میں بہت سست (۷) سخت بیزار حوادث زمانہ پر صبر کرنے میں نہایت ضعیف غرض ان سے تو ضرر کے سوا نفع کی بہت کم امید رکھنی چاہیئے اور فقط عامۂ ناس ہی ہیں جو عماد دین و نظام مسلمین ہوتے ہیں اور دشمنوں کے مقابلہ میں تیار فوج کا کام دیتے ہیں پس تمہارا رجحان خاطر و میلان طبع صرف انھیں کی طرف ہونا چاہیے -

۷- اور تمکو لازم ہے کہ جتنا ہی کوئی شخص لوگوں کی عیب جوی میں زیادہ مشغول رہتا

فان فی الناس عیوبًا الوالی احق من سترها فلا تکشفن عما غاب عنک منها فانما علیک تطهیر ما ظهر لک واللّٰہ یحکم علی ما غاب عنک فاستر العورۃ ما استطعت یستر اللّٰہ منک ما تحب سترہ من رعیتک

ہو اتنا ہی اُسکو اپنے پاس سے دور رکھو کیونکہ لوگوں میں عیوب ضرور ہوتے ہیں اور عیوب خلق چھپانے کا حق والی کو سب سے زیادہ ہوتا ہے پس جو عیب تمہاری نظر سے پوشیدہ ہو اُسکی تلاش نہ کرو کیونکہ تمپر تو صرف انھیں (عیوب خلق) کو پاک کرنا فرض ہے جو تم پر ظاہر ہوں جو تم سے غائب ہیں اُن پر خداوند عالم حکم کریگا پس حتی الامکان عیوب خلق پر پردہ ڈالو تاکہ خدا بھی تمہاری اون عیوب کو چھپائے جن کو تم رعیت سے مخفی رکھنا چاہتے ہو۔

٭٭٭

اطلق عن الناس عقدۃ کل حقد واقطع عنک سبب کل وتر وتغاب عن کل ما لا یصح لک ولا تعجلن الی تصدیق ساع فان الساعی غاش وان تشبہ بالناصحین

۸۔ لوگوں کے دلوں سے ہر کینہ کی گرہ کھولتے اور عداوت کے سبب کو دفع کرتے رہو اور جو امور تمہارے لیے مناسب نہیں اُنکو نظر انداز ہی کرتے رہو اور چغلخور کی باتوں کی تصدیق کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ ایسا شخص دل کا کھوٹا ضرور ہوتا ہے اگرچہ وہ مخلصین ہی کے لباس میں نظر کیوں نہ آئے۔

٭٭٭

۹۔ ولا تدخلن فی مشورتک بخیلاً یعدل بک عن الفضل ویعدک الفقر ولا جبانًا یضعفک عن الامور

۹۔ اپنے مشورہ میں اوس بخیل کو ہرگز داخل نہ کرو جو تم کو رعیت پر تفضل کرنے سے روکے اور فقیر ہو جانے کا خیال دلائے اور نہ اُس بزدل کو شریک کرو، جو تم کو انصرام امور میں

ولا حریصًا یزین لک الشرہ بالجور فان البخل والجبن والحرص غرائز شتی یجمعها سوء الظن باللّٰہ۔

کمزور بنائے اور نہ اُس حریص کو جو طمع ظلم و جور کو تمہاری نگاہوں میں زینت دے کیونکہ بخل جبن حرص (اگرچہ انواع مختلفہ و) طبائع متفرقہ ہیں (لیکن) ان کا جامع (اور قدر مشترک) سوء ظن باللّٰہ ہے (یعنی خداوند عالم کی رحمت و برکت کی طرف سے سوء ظن کا پیدا ہو جانا ہی ان تمام اخلاق ردیہ کا سبب ہوتا ہے مثلاً بخیل کو مال صرف کرنے میں فقر و افلاس کا خوف ہوتا ہے اور بزدل کو اپنے جان کے تلف ہو جانے کا اور حریص یہ خیال کرتا ہے کہ اگر اُس نے اسوقت بظلم و جور دولت و مال جمع نہ کر لیا تو پھر ملنا دشوار ہوگا اگر انسان یقین صادق رکھتا ہو تو یہ خیالات فاسدہ اُسکے دل و دماغ میں جگہ نہیں پا سکتے بلکہ تمام امور اُسکو حکم الٰہی پر موقوف نظر آئینگے۔

٭٭٭

۱۰۔ ان شر وزرائک من کان للاشرار قبلک وزیرًا ومن شرکهم فی الآثام فلا یکونن لک بطانۃ فانهم اعوان الاثمۃ واخوان الظلمۃ

۱۰۔ تمہارا سب سے بُرا وزیر وہ شخص ہوگا جو تمسے پہلے اشرار کا وزیر اور معاصی میں اُن کا شریک رہ چکا ہو پس وہ تمہارے خواص میں داخل نہ ہونے پائے کیونکہ وہ لوگ گنہگاروں کے مددگار اور ظالمین کے بھائی ہیں (ظلم و جور کی عادت دیرینہ چھوڑ کر تمہارے بہی خواہ وزیر نہیں

وانت واجد منهم خير الخلف ممن له مثل آرائهم ونفاذهم وليس عليه مثل آصارهم واوزارهم ممن لم يعاون ظالما على ظلمه ولا آثما على اثمه اولئك اخف عليك مؤونة واحسن لك معونة واحنى عليك عطفا واقل لغيرك الفا فاتخذ اولئك خاصة لخلواتك وحفلاتك ثم ليكن آثرهم عندك اقولهم بمر الحق لك واقلهم مساعدة فيما يكون منك مما كره الله لاوليائه واقعا من هواك حيث وقع۔

بن سکتے پس اون کو اپنا وزیر و شریک حکومت نہ بناؤ (ورآنحالیکہ) تم کو انھیں کے اخلاف میں وہ لوگ مل سکتے ہیں جو ویسے ہی صاحب رائے اور بااثر بھی ہونگے اور اُنکی طرح گناہوں کا بار بھی اپنی گردن پر نہ رکھتے ہونگے (وہ ایسے لوگ ہوں گے جنھیں سے کسی نے کسی ظالم کی مدد اوسکے ظلم میں اور کسی گناہگار کی تائید اُسکے گناہ میں نہ کی ہوگی وہ لوگ تمھارے لیئے نہایت سبکبار اور اچھے مددگار اور سبسے زیادہ مہربان ثابت ہوں گے اُن کو تمھارے اغیار سے بہت کم الفت ہوگی پس تم اُنھیں لوگوں کو صحبت تنہائی اور عام محفلوں میں خاص (ہمنشین) بناؤ اور اُن میں سے بھی اُس شخص کو ترجیح دو جو تم سے حق کی تلخ باتیں سب سے زیادہ کھنے والا ہو اور اس امر میں تمھاری مدد سب سے کم کرنے والا ہو جس کو خداوند عالم اپنے اولیاء کیلئے پسند نہیں کرتا خواہ وہ تمھاری خواہش دل کے کتنا ہی مطابق کیوں نہ ہو

(١١) والصق باهل الورع والصدق ثم رضهم على ان لا يطروك

١١۔ اور اہل ورع وصدق سے ملو اور اُنکو یہ عادت دلاؤ کہ وہ تمھاری زیادہ تعریف نہ کیا کریں

ولا يبجحوك بباطل لم تفعله فان كثرة الاطراء تحدث الزهو وتدني من العزة

بجا کریں اور کسی ایسے کار عظیم کی غلط نسبت دیکر تمھاری دل کو شاد نہ کیا کریں جسکو فی الواقع تم نے نہ کیا ہو کیونکہ کثرت مدح عجب و غرور پیدا کر دیتی ہے

(١٢) ولا يكون المحسن والمسئ عندك بمنزلة سواء فان في ذلك تزهيدا لاهل الاحسان في الاحسان وتدريبا لاهل الاساءة على الاساءة والزم كلا منهم ما الزم نفسه

(١٢) اور تمھارے نزدیک نیک عمل اور بدکار دونوں ایکسہی درجے میں نہ رہنے پائیں اس لیئے کہ ایسا کرنا نیکوں کو اچھے کام کرنے سے روگرداں اور بدکاروں کو برے کاموں کا خوگر کر دیتا ہے پس اُن میں سے ہر ایک کو اُسی (جزا یا سزا) کا مستحق ٹھراؤ جسکو اُس نے خود اپنے نفس پر لازم کر لیا ہے۔

(١٣) واعلم انه ليس شيء بادعى الى حسن ظن راع برعيته من احسانه اليهم وتخفيفه المؤونات عليهم وترك استكراهه اياهم على ما ليس قبلهم فليكن منك في ذلك امر يجمع لك به حسن الظن برعيتك فان حسن الظن يقطع عنك نصبا طويلا۔

(١٣) اور یہ جان لو کہ اس سے زیادہ کوئی شے حاکم کے دل میں رعیت کی طرف سے حسن ظن پیدا کرنے والی نہیں ہے کہ وہ اُن کے ساتھ نیکی کرے اور اُن کے بار کو ہلکا کرتا رہے اور ایسے امور پر اُنکو مجبور کرنا چھوڑ دے جو اُن کی قدرت میں نہیں ہیں پس تم سے وہی امر ظاہر ہونا چاہیے جس سے تمھارے دل میں رعیت کی جانب سے حسن ظن پیدا ہو سکے کیونکہ یہ حسن ظن تم سے بہت سے تعب کو قطع کر دے گا (چونکہ خاصہ احسان اطاعت و محبت ہے لہذا احسان کرنے کے بعد رعیت کیطرف

وان احق من حسن ظنك به لمن حسن بلاؤك عنده وان احق من ساء ظنك به لمن ساء بلاؤك عنده۔

(۱۴) ولا تنقض سنة صالحة عمل بها صدور هذه الامة واجتمعت بها الالفة وصلحت عليها الرعية ولا تحدثن سنة تضر بشيء من ماضي تلك السنن فيكون الاجر لمن سنها والوزر عليك بما نقضت منها۔

(۱۵) واكثر مدارسة العلماء ومنافثة الحكماء في تثبيت ما صلح عليه امر بلادك واقامة ما استقام به الناس قبلك۔

یہ حسن ظن پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ حاکم کے ساتھ اطاعت و محبت کا طریق اختیار کریگی برائی کر کے اسکی امید نہیں کیجا سکتی پس امیر المومنین علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ تم رعیت پہ احسان کرو اس سے تم کو اُن کی طرف سے حسن ظن پیدا ہو سکے گا اور اس حسن ظن کے سبب تم کو بہت سے افکار و تردوات سے نجات مل جائیگی) اور فی الواقع وہی شخص تمہارے حسن ظن کا زیادہ حقدار ہے جس کے ساتھ تم نے نیک برتاؤ کیا ہے اور برا خیال تم کو اُسی کیطرف سے قائم کرنا چاہیے جس کے ساتھ تم نے برا سلوک کیا ہے!۔

(۱۴) اور تم اُس اچھی سنت (طریقہ و قاعدہ) کو نہ توڑو جس پر اس امت اگلے لوگ عمل کرتے رہے ہیں اور جس سے امت کے درمیان رشتہ الفت قائم ہے اور کوئی نئی سُنت ایسی نہ قائم کرو جو سُنن قدیمہ میں سے کسی کو ضرر پہونچائے کیونکہ اجر نیک تو اُس کے لیے ہو گا جس نے وہ سُنت جاری کی تھی اور توڑ دینے کا سارا وبال تمہاری گردن پر ہو گا،

(۱۶) اور ان امور کے ثابت و قائم رکھنے کے معاملہ میں جن پر تم سے پہلے امور بلاد کی اصلاح اور حالات خلق کی استقامت مبنی رہی ہو حکماء اور علماء سے صلاح و مشورہ کرتے رہو؛

(۱۰) واعلم ان الرعية طبقات لا يصلح بعضها الا ببعض ولا غنى ببعضها عن بعض فمنها جنود الله ومنها كتاب العامة والخاصة ومنها قضاة العدل ومنها عمال الانصاف والرفق ومنها اهل الجزية والخراج من اهل الذمة ومسلمة الناس ومنها التجار واهل الصناعات ومنها الطبقة السفلى من ذوي الحاجة والمسكنة وكلا۔

(۱۶) اور یہ جان لو کہ رعیت کے کئی طبقے ہیں۔ (جن کے درمیان بحکم فطرت اس طرح رشتہ اتحاد و سلسلۂ احتیاج قائم ہے کہ) ایک کے بغیر دوسرے کی اصلاح محال نہیں ہو سکتی اور نہ ایک دوسرے سے کبھی مستغنی ہو سکتا ہے (ان طبقات کی تفصیل یہ ہے کہ) اُن میں بعض تو فوج کا کام دیتے ہیں اور بعض کتاب عامہ و خاصہ میں۔ (کاتب عام وہ لوگ ہیں جن سے خراج وغیرہ امور عامہ کے حساب و کتاب کا تعلق ہوتا ہے۔ اور کاتب خاص وہ لوگ ہیں جو حاکم کے خاص منشی ہوں اور ہر طرح کی سرکاری خط و کتابت اُن سے متعلق ہو) اور بعض قضاۃ عدل و عمال انصاف ہیں (یہ تو اعلے طبقات تھے ان سے ادنی طبقہ میں سے) وہ اہل ذمہ و اہل اسلام ہیں جو جزیہ و خراج ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ ہیں جو تجارت پیشہ اور اہل صنعت و حرفت ہیں اور اُنھیں طبقات میں سے ایک پست ترین طبقہ اہل حاجت و مساکین کا ہے اور ان تمام طبقات میں سے ہر ایک کے لیے حق کا

قد سمى الله سهمه ووضع على حده فريضة في كتابه او سنة نبيه صلى الله عليه وآله عهداً منه عندنا محفوظاً۔

(۱۸) فالجنود باذن الله حصون الرعية وزين الولاة وعز الدين وسبل الامن وليس تقوم الرعية الا بهم ثم لا قوام للجنود الا بما يخرج الله لهم من الخراج الذي يقوون به في جهاد عدوهم ويعتمدون عليه فيما يصلحهم ويكون من وراء حاجتهم ثم لا قوام لهذين الصنفين الا بالصنف الثالث من القضاة والعمال والكتاب لما يحكمون من المعاقد ويجمعون من المنافع ويؤتمنون عليه من خواص الامور وعوامها

ایک مخصوص حصہ اور علیحدہ فریضہ خداوند عالم نے اپنی کتاب و سنت رسول میں معین فرمایا ہے جو بطور اُس کے عہد محفوظ کے ہمارے پاس موجود ہے (ان تمام طبقات مذکورہ میں سے ہر ایک کے خدمات اور اوصاف کی تفصیل یہ ہے)

(۱۷) افواج بحکم الٰہی رعیت کے لیے قلعہ ہوتے ہیں اور انھیں سے والی کی زینت اور دین کی عزت ہوتی ہے اور امن کی راہیں صاف ہوتی ہیں رعیت (اپنی حالت امن و سکون) اُن کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی اور افواج کے قائم رہنے کا مدار خداوند عالم کے معین کیے ہوئے اُس (ملکی) خراج پر ہے جس سے وہ دشمن سے لڑنے میں قوت پاتے ہیں اور جس کے وسیلے سے وہ اپنے (لوازم و) مصالح کو مہیا کرتی ہیں اور وہی (ملکی خراج) اُن کی تمام حاجتوں کو پورا کرتا ہے پھر ان دونوں صنفوں کو بغیر تیسری صنف یعنی قضاۃ و عمال و کتاب کے قوام حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ (قضاۃ اُن کے) معاملات میں فیصلہ کرتے ہیں اور (عمال اُنکے لیے) ہر طرح کے منافع کو فراہم کرتے ہیں (اور کتاب اُن کے) جملہ امور خاصہ و عامہ کے امین

ولا قوام لهم جميعاً الا بالتجار وذوي الصناعات فيما يجتمعون عليه من مرافقهم ويقيمونه من اسواقهم ويكفونهم من الترفق بايديهم ما لا يبلغه رفق غيرهم ثم الطبقة السفلى من اهل الحاجة والمسكنة يحق رفدهم ومعونتهم وفي الله لكل سعة ولكل على الوالي حق بقدر ما يصلحه وليس يخرج الوالي من حقيقة ما الزمه الله من ذلك الا بالاهتمام والاستعانة بالله وتوطين نفسه على لزوم الحق والصبر عليه فيما خف عليه او ثقل۔

ہوتے ہیں اور ان سب (قضاۃ و عمال و کتاب) کو قوام حاصل نہیں ہوتا مگر تجار و اہل صنعت و حرفت سے جو کہ اپنے منافع کے لیے مجتمع ہوتے ہیں اور بازار قائم کرتے ہیں اور (اسطرح) وہ اپنے ہاتھوں کی صنعت سے سب کی ایسی مدد کرتے ہیں کہ دوسروں کا کسب (پیشہ) اُسکی حد تک نہیں پہونچ سکتا ہے۔ سب سے پست طبقہ اہل حاجت و مساکین کا ہے اُن کی اعانت و دستگیری کرنا فرض ہے اور بقدر اُسکی صلاحیت کے ہر ایک کا والی پر حق ہے اور والی اُن تمام فرائض کو جو خدا نے اُس پر لازم کیے ہیں پورا پورا ادا کر کے بری الذمہ نہیں ہو سکتا بغیر اسکے کہ اہتمام بلیغ کرے اور خدا سے مدد چاہے اور اپنے نفس میں حق پر قائم رہنے اور ہر ایک خفیف و ثقیل امر میں اُس پر صبر کی قوت پیدا کرے۔

ولّ من جنودك انصحهم في نفسك لله ولرسوله ولامامك وانقاهم جيباً وافضلهم حلماً ممن يبطئ عن الغضب ويستريح الى العذر

(۱۹) اپنی فوجوں پر افسر اُس شخص کو مقرر کرو جو تم سے اور خدا اور رسول و امام سے بہ نسبت دوسروں کے اخلاص تام رکھتا ہو اور سب سے زیادہ امانت دار اور حلیم ہو دیر میں غضبناک ہوتا ہو اور عذر قبول کر لیتا ہو

ویرؤف بالضعفاء ویبنو علی الاقویاء ومن لایثیرہ العنف ولایقعد بہ الضعف ثم الصق بذوی الاحساب واھل البیوتات الصالحۃ و السوابق الحسنۃ ثم اھل النجدۃ والشجاعۃ والسخاء والسماحۃ فانھم جماع من الکرم وشعب من العرف ثم تفقد من امورھم ما یتفقد الوالدان من ولدھما ولایتفاقمن فی نفسک شئ قویتھم بہ ولاتحقرن لطفا تعاھدتھم بہ وان قل فانہ داعیۃ لھم الی بذل النصیحۃ لک وحسن الظن بک ولاتدع تفقد لطیف امورھم اتکالا علی جسیمھا فان للیسیر من لطفک:-

ضعیفوں پر مہربان اور زبردست لوگوں پر سخت ہو قساوت قلب کے سبب تند مزاج اور کمزوری کی وجہ سے عاجز نہ ہو جاتا ہو پھر ان لوگوں سے (اختلاط وارتباط رکھو) جو صاحبان مروت و حسب شریف خاندان و مجمع حسنات ہوں پھر ان لوگوں سے جو اہل شجاعت و سخاوت ہوں کیونکہ یہی لوگ مجمع مکارم و فروع حسنات ہوتے ہیں اور ان لوگوں کے امور کی ایسی دیکھ بھال کرتے رہو جیسے ماں باپ اپنی اولاد کی نگہداشت کرتے ہیں اور تم اپنے کسی بڑی احسان کو جس سے تم نے اُن کو قوت پہونچاتی ہے بڑا نہ سمجھو (کیونکہ وہ بڑے سے بڑے احسان کے قابل ہیں) اور کسی مہربانی کو اُن کے لیے حقیر نہ جانو اگرچہ وہ کتنی ہی قلیل و حقیر کیوں نہ ہو اسلیئے کہ وہ بھی اُن کے دلوں میں وقعت حاصل کرلیتی ہے اور تمہارے ساتھ اخلاص و حسن ظن رکھنے کا سبب ہوتی ہے اور اُن کے چھوٹے امور کی خبرگیری کرنا اس بھروسہ پر نہ چھوڑو کہ تم نے اُن کے بڑے امور کی دیکھ بھال کرلی ہے کیونکہ تمہاری تھوڑی مہربانی کے لئے بھی

موضعا ینتفعون بہ وللجسیم موقعا لایستغنون عنہ ولیکن آثر رؤس جندک عندک من واساھم فی معونتہ وافضل علیھم من جدتہ بما یسعھم ویسع من وراءھم من خلوف اھلیھم حتی یکون ھمھم ھما واحدا فی جھاد العدو فان عطفک علیھم یعطف قلوبھم علیک وان افضل قرۃ عین الولاۃ استقامۃ العدل فی البلاد وظھور مودۃ الرعیۃ وانہ لاتظھر مودتھم الا بسلامۃ صدورھم ولاتصح نصیحتھم الا بحیطتھم علی ولاۃ امورھم

ایک محل خاص ہوتا ہے جس سے وہ منتفع ہوتے ہیں (جس طرح) زیادہ کیلئے ایک مخصوص موقع ہوتا ہے جس سے وہ مستغنی نہیں ہو سکتے اور فوج کے افسروں میں سے اُسی کو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ مرجح ہونا چاہیے جو اُن (سپاہیوں) کی غمخواری کرتا ہو اور اپنے مال و دولت سے اُن کو اتنا فیض پہونچاتا ہو جو کافی ہو سکتا ہو اُن کے لیے اور اُن کے اہل وعیال کے لئے جن کو وہ اپنے پیچھے چھوڑ کر (سفر میں دشمن سے مقابلہ کرنے) آئے ہوں یہاں تک کہ اُن کو بس ایک ہی فکر دشمن سے جہاد کرنے کی رہ جائے اُن کے حال پر تمہاری یہ توجہ اُن کے قلوب کو تمہاری طرف مائل کردیگی اور والی کے لیئے بہترین خنکی چشم (اور دلی مسرت کا باعث) یہی ہے کہ شہروں میں عدل و انصاف قائم ہو اور اُس سے رعیت کی محبت و مودت ظاہر ہونے لگے اور جب تک اُن کے دل سالم (اور صاف) نہ ہوں اُن کی طرف سے محبت ظاہر نہیں ہوتی اور اُن کا اخلاص درست و قابل اعتبار نہیں ہو سکتا بغیر اس کے کہ وہ اپنے والی کے تحفظ پر بہر طور آمادہ ہوں۔

وقلة استثقال دولهم وترك
استبطاء انقطاع مدتهم
فافسح في آمالهم وواصل في
حسن الثناء عليهم وتعديد
ما ابلى ذوو البلاء منهم
فان كثرة الذكر لحسن افعالهم
تهز الشجاع وتحرض الناكل
ان شاء الله ثم اعرف لكل
امرء منهم ما ابلى ولا تضيفن
بلاء امرء الى غيره ولا تقصرن
به دون غاية بلائه ولا يدعونك
شرف امرء الى ان تعظم من
بلائه ما كان صغيرا ولا
ضعة امرء الى ان تستصغر
من بلائه ما كان عظيما۔
واردد الى الله ورسوله ما
يضلعك من الخطوب ويشتبه
عليك من الامور فقد قال
الله تعالىٰ۔

اور اُسکے عہد دولت کو گراں نہ سمجھیں اور یہ خیال
کرنا چھوڑ دیں کہ اُس کی مدت حکومت
کے انقطاع میں بڑی دیر لگی پس تم اُن کی
امیدوں کو پورا کرنے میں وسعت سے کام لو اور
برابر اُن کی مدح وثنا کرتے رہو اور اُن کے
بہادروں نے جو امور عظیمہ و اعمال مہمہ انجام
دیے ہوں اُن کا ایک ایک کرکے شمار و
اظہار کرتے رہو کیونکہ اُنکے اچھے کارناموں
کا بہ کثرت ذکر کرنا شجاع کو حرکت میں لائیگا
اور پست ہمت کو جرأت دلائیگا انشاءاللہ
(۲۰) پھر یہ معلوم کرتے رہو کہ کس نے کونسا
بڑا کام انجام دیا ہے اور ایک کے کارنامے
کو دوسرے کی طرف منسوب نہ کرو اور جس
جزا کا وہ مستحق ہو اُنہیں کمی ہرگز نہ کرو اور کسی
کی وجاہت و شرافت اُسکے چھوٹے کاموں
کو بڑا سمجھنے پر تم کو مائل نہ کر دے اور نہ کسی
کی کم حیثیتی اس بات پر کہ اُس کے بڑے کام
کو بھی حقیر جاننے لگو اور جو بھاری مشکلات
تمھیں پیش آئیں اور جو امور تم پر مشتبہ
رہ جائیں اُن کو خدا و رسول کی طرف رد
کرو کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اُن لوگوں کی بابت

لقوم احب ارشادهم "يا
ايها الذين آمنوا اطيعوا الله و
اطيعوا الرسول واولى الامر
منكم فان تنازعتم في شيء
فردوه الى الله والرسول"
فالرد الى الله الاخذ بمحكم كتابه
والرد الى الرسول الاخذ بسنته
الجامعة غير المفرقة
(۱۸) ثم اختر للحكم بين الناس افضل
رعيتك في نفسك ممن لا تضيق
به الامور ولا تمحكه الخصوم
ولا يتمادى في الزلة ولا يحصر من
الفيء الى الحق اذا عرفه ولا
تشرف نفسه على طمع ولا
يكتفي بادنى فهم دون اقصاه

جن کو وہ راہ ہدایت دکھانا چاہتا ہے فرمایا
ہے "یاایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و
اطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان
تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول"
اور خدا کی طرف رد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ
اُس کی کتاب محکم (آیات) سے احکام لیے
جائیں اور سنت رسول کی طرف رد کرنے سے
یہ مقصود ہے کہ اُن کی اُس سنت پر عمل
کیا جائے جسکا ثبوت متفق علیہ ہے نہ کہ اُس
سنت پر جو کہ مختلف فیہ ہے۔
(۱۸) لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے
ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمہارے خیال میں
تمام رعیت سے افضل ہو اُسکو معاملات (کی
پیچیدگی) تنگی میں نہ ڈالدیتی ہو اور وہ
غلطی پر باوجود اُسکے ظاہر ہو جانے کے،
قائم نہ رہتا ہو اور حق پر مطلع ہو جانے کے
بعد اُسکی طرف رجوع کر لینے سے تنگدل
نہ ہوتا ہو اور اپنے نفس کو طمع (کے غار)
میں نہ گرا دیتا ہو (اور معاملات میں) انتہائے
فہم سے کام لینے کے بجائے محض سرسری نظر
اور معمولی فہم پر اکتفا نہ کرتا ہو اور سوائے

maablib.org

وأوقفهم في الشبهات وآخذهم بالحجج وأقلهم تبرماً بمراجعة الخصم وأصبرهم على تكشف الأمور وأصرمهم عند اتضاح الحكم ممن لا يزدهيه إطراء ولا يستميله إغراء وأولئك قليل ثم أكثر تعاهد قضائه وافسح له في البذل ما يزيل علته وتقل معه حاجته إلى الناس وأعطه من المنزلة لديك ما لا يطمع فيه غيره من خاصتك ليأمن بذلك اغتيال الرجال له عندك

شبہات میں جہاں کوئی حکم نص صریح سے واضح نہ ہوتا ہو) سب سے زیادہ توقف کرنے والا ہو اور (اپنے فیصلوں میں) دلائل شرعیہ (و قوانین الٰہیہ) سے تمسک کرنے والا ہو اور خصم کی جواب دہی سے بہت کم تنگدل ہوتا ہو اور حقائق امور کو منکشف کر لینے (کی زحمت) پر صبر کرنے والا اور حکم صحیح ظاہر ہو جانے کے بعد (نزاع و خصومت کو) قطع کر دینے والا ہو اور اُسکا شمار اُن لوگوں میں ہو جو دوسروں کی مدح و ثنا سے پھول نہ جاتے ہوں اور نہ وہ کسی کے ابھارنے پر مائل ہو جاتے ہوں (دنیا میں) ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

پھر تم (اُن کی طرف سے غافل نہ رہو بلکہ) اُنکے فیصلوں کی اکثر دیکھ بھال کرتے رہو اور بذل و عطا میں اتنی وسعت دو کہ اُن کی ضرورتیں پوری ہو جائیں اور لوگوں کی طرف اُن کو احتیاج باقی نہ رہ جائے (جو رشوت ستانی پر مائل کرے) اور اُسکو اپنے نزدیک وہ تقرب و منزلت عطا کرو جس کی تمھارے خواص میں سے کوئی دوسرا طمع نہ کرسکتا ہو تاکہ وہ تمھارے پاس لوگوں کی بدگوئی

فانظر في ذلك نظراً بليغاً فإن هذا الدين قد كان أسيراً في أيدي الأشرار يعمل فيه بالهوى ويطلب به الدنيا ثم انظر في أمور عمالك فاستعملهم اختباراً ولا تولهم محاباة وأثرة فإنهما جماع من شعب الجور والخيانة وتوخ منهم أهل التجربة والحياء من أهل البيوتات الصالحة والقدم في الإسلام المتقدمة فإنهم أكرم أخلاقاً وأصح أعراضاً وأقل في المطامع إشرافاً وأبلغ في عواقب الأمور نظراً ثم أسبغ عليهم الأرزاق فإن ذلك قوة لهم على استصلاح أنفسهم

سے محفوظ رہے ان تمام باتوں میں جن کا میں نے تمکو حکم دیا ہے) نظر بلیغ کرتے رہو کیونکہ یہ دین پہلے اشرار کے ہاتھوں میں گرفتار تھا اُس میں ہوائے نفس کے مطابق عمل کیا جاتا تھا اور اُس کے وسیلہ سے دنیا طلب کی جاتی تھی۔

(۱۵) پھر تم اپنے عمال کے کاموں پر نظر کرو اُن کو جانچنے کے بعد عامل مقرر کرو محض بخیال اعانت اپنے استبداد سے اُن کو حکومت نہ دیدینا کیونکہ (محض اپنے اختصاص و استبداد سے کسی کو حکومت سپرد کرنا) طرح طرح کی خیانت و جور کا جامع ہوتا ہے۔ (حکومت کے عہدوں کے لئے) ایسے لوگوں کو تلاش کرو جو شریف خاندان و سابق الاسلام ہونے کے ساتھ ساتھ تجربہ کار و حیادار بھی ہوں کیونکہ ایسے لوگ سب سے زیادہ نیک خلق پاک رو۔ مواقع طمع کی طرف بہت کم نگاہ ڈالنے والے۔ اور عواقب امور پر نظر بلیغ کرنے والے ہوتے ہیں اور تم اُن کو پورا پورا رزق عطا کرو کیونکہ اس سے اُن کو اصلاح نفس پر قوت اور اپنے قبضہ میں رہنے والے اموال

وغنى لهم عن تناول ما
تحت ايديهم وحجة
عليهم ان خالفوا
امرك او ثلموا امانتك
ثم تفقد اعمالهم وابعث
العيون من اهل الصدق
والوفاء عليهم فان
تعاهدك في السر لامورهم
حدوة لهم على استعمال الامانة
والرفق بالرعية وتحفظ من الاعوان
فان احد منهم بسط يده الى خيانة
اجتمعت بها عليه عندك اخبار
عيونك اكتفيت بذلك شاهدا
فبسطت عليه العقوبة في بدنه
واخذته بما اصاب من عمله ثم
نصبته بمقام المذلة ووسمته
بالخيانة وقلدته عار التهمة۔

(۱۹) وتفقد امر الخراج بما يصلح اهله فان
في صلاحه وصلاحهم صلاحا
لمن سواهم ولا صلاح لمن سواهم
الا بهم:۔

پر دست تصرف دراز کرنے سے استغنا حاصل
ہوتی ہے اور تم کو بھی اُسوقت اُن پر حجت
ہاتھ آسکتی ہے جبکہ وہ تمھارے حکم کی مخالفت
کریں اور تمھاری امانت میں خلل ڈالیں
پھر (اسی کے ساتھ) تم اُن کے کاموں کا تجسس
(بھی) کرتے رہو اور اہل صدق و وفا میں سے
(خفیہ) نگران اُن پر مقرر کرو اسلیئے کہ پوشیدہ
نگرانی اُن کو امانت داری اور رعیت کے
ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی باعث ہوگی پس
اگر اُن میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے
اور تمھارے پاس اُس کے برخلاف دیدبانوں
کی خبریں پہونچ جائیں تو انھیں پر اکتفا کرکے
اُسکو جسمانی سزا دو اور جو کچھ اُس نے ناجائز
تصرف کیا ہے وہ اُس سے وصول کر لو
پھر اُس کو مقام مذلت میں کھڑا کرکے خیانت
کا دھبہ اُس کے نام پر لگا دو اور ننگ
وعار کا طوق اُس کے گلے میں ڈالدو۔

(۱۹) پھر خراج و اہل خراج کے حالات کی
دیکھ بھال کرو کیونکہ خراج و اہل خراج
ہی کی بہبودی میں دوسروں کی صلاح
مضمر ہے انھیں سے دوسروں کی حالت درست ہوسکتی ہے

لان الناس كلهم عيال على
الخراج واهله ولكن نظرك
في عمارة الارض ابلغ من نظرك
في استجلاب الخراج لان
ذلك لا يدرك الا بالعمارة
ومن طلب الخراج بغير
عمارة اخرب البلاد
واهلك العباد ولم يستقم
امره الا قليلا فان
شكوا ثقلا او علة او
انقطاع شرب او بالة
او احالة ارض اغتمرها
غرق او اجحف بها عطش
خففت عنهم بما ترجو
ان يصلح به امرهم
ولا يثقلن عليك شيء
خففت به المؤونة
عنهم فانه ذخر
يعودون به عليك
في عمارة بلادك
وتزئين ولايتك مع

اس لیئے کہ جمیع ناس کی معیشت (بسر) کا مدار خراج و اہل خراج پر ہے اور خراج
وصول کرنے سے زیادہ تمھاری نظر زمین
کی آبادانی پر رہنی چاہیئے اس لیئے کہ وہ
بغیر آبادی کے حاصل نہیں ہوسکتا اور جس نے
زمین کو آباد کیئے بغیر خراج طلب کیا اُس نے
ملک کو خراب اور بندگان خدا کو تباہ کردیا
اور اُسکا امر تھوڑے دنوں کے سوا استقامت
نہ پا سکا پس اگر (کاشتکار) مقدار خراج کے
بھاری ہونے یا کسی آفت ناگہانی (مثلاً
زراعت میں ٹڈیوں کا ٹوٹ پڑنا۔ کیڑے کا
پیدا ہو جانا) یا نہر سے سیرابی کے بند ہو جانے
یا مینھ نہ برسنے یا زمین کے غرق آب رہنے
یا بخوبی سیراب نہ ہو سکنے سے بوئے ہوئے
بیج کے خراب ہو جانے کی شکایت کریں تو
اُن سے اُتنی مقدار کم کردو جتنی میں تم کو
امید ہو کہ اُن کے امور کی اصلاح ہو جائیگی
اور اُس مقدار کا کم کردینا تم پر گراں نہ گذرے
کیونکہ وہ اُن کے پاس ذخیرہ رہیگی جسکو
شہروں کے آباد ہو جانے اور ملک کی حالت سنور
جانے کے بعد تمھیں ادا کردیں گے ساتھ ہی

استجلابك حسن ثنائهم
وتبجحك باستفاضة العدل
فيهم معتمداً افضل قوتهم
بما ذخرت عندهم
من اجماعك لهم والثقة
منهم بما عودتهم من عدلك
عليهم في رفقك بهم
فربما حدث من الامور
ما اذا عولت فيه عليهم
من بعد احتملوه طيبة
انفسهم به فان العمران
محتمل ما حملته وانما يوتى
خراب الارض من اعواز اهلها
وانما يعوز اهلها لاشراف
انفس الولاة على الجمع
وسوء ظنهم بالبقاء وقلة
انتفاعهم بالعبر۔
(۲) ثم انظر في حال كتابك فول
على امورك خيرهم و
اخصص رسائلك التي تدخل فيها
مكائدك واسرارك باجمعهم

اسکے تم کو اُن کی مدح و ثنا بھی حاصل ہوگی
اور اُن میں عدل و انصاف جاری کرنے
پر فخر کر سکو گے اُن کو راحت دیکر جو کچھ تم نے
اُن کے پاس ذخیرہ کیا ہے اُسکو (خوشحالی
کیوقت میں) اُن کی بچی ہوئی روزی سے
وصول کر کے (بوقت ضرورت) سہارا بنا
سکو گے اور اپنی نرمی و انصاف کی عادت
دلا کر ان کا اعتماد بھی حاصل کر لو گے اسی کے
بعد امور ناگہانی میں جب اُن پر بھروسہ کرو گے
تو وہ بخوشی اُسکو اُٹھالیں گے کیونکہ ملک کی
آبادانی وہ سب بار اُٹھا سکتی ہے جو تم اُسپر
رکھو اور زمین والوں کا افلاس ہی زمین
کی خرابی کا باعث ہوتا ہے اور افلاس کا سبب
فقط یہی امر ہوتا ہے کہ حکام کے نفوس طمع
پر مائل ہو جائیں (منصب امارت پر) باقی
رہنے کی طرف سے سوء ظن میں پڑ جائیں اور زمانہ کی
عبرتوں سے بہت کم نفع حاصل کر سکیں۔
(۲۰) پھر تم اپنے کتاب کے حالات پر نظر کرو؛
پس اُن میں سے بہتر شخص کو اپنے خاص امور
(کی تحریر) پر معین کرو اور اُن خطوط و رسائل
کو جن میں اپنی پوشیدہ تدابیر و اسرار کو بھیج

لوجوه صالح الاخلاق
ممن لا تبطره الكرامة
فيجترئ بها عليك في
خلاف لك بحضرة ملاء
ولا تقصر به الغفلة عن
ايراد مكاتبات عمالك
واصدار جواباتها
على الصواب عنك فيما
ياخذ لك ويعطي منك
ولا يضعف عقداً اعتقده لك
ولا يعجز عن اطلاق ما عقد
عليك ولا يجهل مبلغ قدر نفسه
في الامور فان الجاهل بقدر
نفسه يكون بقدر غيره اجهل
ثم لا يكن اختيارك اياهم على
فراستك واستنامتك وحسن
الظن منك فان الرجال
يتعرفون لفراسات الولاة
بتصنعهم وحسن خدمتهم
وليس وراء ذلك من النصيحة
والديانة شيء

کرتے ہو اُسی کے ساتھ مخصوص رکھو، جو
سب سے زیادہ اخلاق حسنہ کا جامع ہو اور
جس کو عزت و کرامت کا اتنا گھمنڈ نہ ہو کہ
عام مجمع کے سامنے تمھاری مخالفت کر بیٹھتا
ہو اور غفلت کے سبب عمال کے عرائض تمھارے
سامنے پیش کرنے اور ہر طرح کے لین دین کے
معاملات میں تمھاری طرف سے مناسب
جواب لکھنے میں کوتاہی نہ کرتا ہو اور تمھارے
لئے کوئی کمزور معاملہ (کسی سے) نہ کرتا ہو اور
نہ کسی ایسے معاملہ کو فسخ کر دینے سے عاجز
ہو جو تمھیں ضرر پہونچائے اور اس سے نا
واقف نہ ہو کہ (قابلیت انتظام و انصرام)
امور میں اسکے نفس کی رسائی کہاں تک ہے
کیونکہ جو اپنے نفس سے جاہل ہے وہ دوسرے
کی قدر سے زیادہ جاہل ہوگا پھر یہ بھی لازم
ہے کہ تم محض اپنی فراست و اعتماد و حسن
ظن سے اُن کا انتخاب نہ کرو کیونکہ لوگ
(اکثر) محض ظاہری تصنع و حسن خدمت
کو بھی حکام کی نظر فراست میں معتمد علیہ
بنجانے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں حالانکہ باطن
میں اخلاص و دیانت کو کچھ بھی دخل نہیں ہوتا

ولكن اختبرهم بما ولوا للصالحين قبلك فاعمد لاحسنهم كان في العامة اثراً واعرفهم بالامانة وجهاً فان ذلك دليل على نصيحتك لله ولمن وليت امره واجعل لراس كل امر من امورك راساً منهم لا يقهره كبيرها ولا يتشتت عليه كثيرها ومهما كان في كتابك من عيب فتغابيت عنه الزمته۔

لہٰذا تم سے پہلے امرائے صالحین کے جو خدمات اُن لوگوں نے انجام دیے ہوں اُنسے اُن لوگوں کی جانچ کرو پس اُسی شخص (کو منتخب کرنے) کا قصد کرو جو عامۂ ناس میں بے زبان با اثر اور امانت داری میں مشہور ہو یہ (طریق انتخاب) اسکی دلیل ہوگا کہ تم خداوند عالم اور اُس (امام عصر) کے مخلص ہو جس نے تم کو والی مقرر کیا ہے۔

اور اپنے امور میں سے ہر امر کے لیے ان (کتاب) میں سے ایسے شخصوں کو مقرر کرو جو بڑے کاموں سے مغلوب نہ ہو جاتے ہوں اور کثرت کے سبب اُن کے منضبط رکھنے سے عاجز نہ رہ جاتے ہوں اور جبکہ تمھارے کاتبوں میں کچھ عیب ہوگا اور تم اُس سے تغافل کروگے تو اُسکا الزام تمھیں پر عائد ہوگا۔

(۲۱) ثم استوص بالتجار وذوي الصناعات واوص بهم خيراً المقيم منهم والمضطرب بماله والمترفق ببدنه۔

(۲۱) پھر تم تجار کی بابت خواہ وہ کسی جگہ مقیم ہو کر تجارت کرتے ہوں یا مال لیکر شہروں میں پھرنے والے ہوں نیز اہل حرفت و صنعت کی بابت جو اپنے ہاتھوں سے روزی کماتے ہیں (میری) نیک وصیت قبول کرو اور دوسروں کو اُنکے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرو

فانهم مواد المنافع واسباب المرافق وجلابها من المباعد والمطارح في برك وبحرك وسهلك وجبلك وحيث لا يلتئم الناس لمواضعها ولا يجترؤن عليها فانهم سلم لا تخاف بائقته وصلح لا تخشى غائلته وتفقد امورهم بحضرتك وفي حواشي بلادك واعلم مع ذلك ان في كثير منهم ضيقاً فاحشاً وشحاً قبيحاً واحتكاراً للمنافع وتحكماً في البياعات وذلك باب مضرة للعامة وعيب على الولاة فامنع من الاحتكار فان رسول الله صلعم منع منه وليكن البيع

کیونکہ وہی لوگ (تجار و صناع) منافع کے مواد اور فوائد کے اسباب ہیں جن کو وہ ان دور دست مقامات و بر و بحر و دشت و کوہ سے کھینچکر لاتے ہیں جہاں دوسرے لوگ مجتمع نہیں ہوتے اور جانے کی جرأت نہیں کرسکتے ساتھ ہی اس کے وہ لوگ ایسے امن پسند و صلح جو ہوتے ہیں کہ تم کو اُن سے کسی آفت کا خطرہ اور شر و فساد کا خوف نہیں ہوسکتا لہٰذا تم اُن کے امور کی نگرانی اپنے سامنے اور اطراف بلاد میں کرتے رہو مگر یہ جان لو کہ ان میں سے اکثر اشخاص میں بڑی تنگدلی اور بخل کی قبیح خصلت بھی موجود ہوتی ہے جس سے وہ اپنی نفع کے لیے احتکار کرتے ہیں (یعنی ارزانی کے وقت میں غلہ کم قیمت پر خرید کر ایام قحط میں گران قیمت پر بیچنے کے لیے روک لیتے ہیں) اور بیچنے میں تحکم سے کام لیتے ہیں (یعنی کم تولتے ہیں اور قیمت زیادہ لیتے ہیں) اور یہ عوام ناس کے لیے باب مضرت اور والیوں کے لیے عیب ہے پس تم اُن کو احتکار سے باز رکھو کیونکہ رسول خدا صلعم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے اور چاہیے کہ بیع

بيعاً سمحاً بموازين عدل واسعار لا تجحف بالفريقين من البائع والمبتاع فمن قارف حكرة بعد نهيك اياه فنكل به وعاقب في غير اسراف

(۲۲) ثم الله الله في الطبقة السفلى من الذين لا حيلة لهم والمساكين والمحتاجين واهل البؤسى والزمنى فان في هذه الطبقة قانعاً ومعتراً واحفظ لله ما استحفظك من حقه فيهم واجعل لهم قسماً من بيت مالك وقسماً من غلات صوافي الاسلام في كل بلد فان للاقصى منهم مثل الذي للادنى وكل قد استرعيت حقه فلا يشغلنك عنهم بطر فانك لا تعذر بتضييعك التافه لاحكامك الكثير المهم

بیع سہل اور موازین عدل کے مطابق ہو اور ایسے نرخ پر ہو جو فریقین (بائع و مشتری) میں سے کسی کو خسارہ میں نہ رکھے جو شخص تمہاری طرف سے ممانعت صادر ہو جانے کے بعد احتکار کا مرتکب ہو تو اُس پر بغیر کسی ظلم و زیادتی کے تعزیر (عقاب) ادا کرو۔

(۲۲) پھر خدا سے اُس ادنیٰ طبقہ کی بابت ڈرو جو بیچارگان۔ مساکین۔ فقرا۔ آفت رسیدگان پر مشتمل ہے کیونکہ اس طبقہ میں قناعت پیشہ اور مانگنے والے (دونوں ہی طرح کے) لوگ ہوتے ہیں اور اُن کے لئے خدا کا وہ حق محفوظ رکھو جسکی حفاظت کا اُس نے تم کو حکم دیا ہے اور اُن کے لئے بیت المال اور اسلام کی اُن زمینوں کے غلات میں سے جو غنیمت میں حاصل ہوئی ہیں ہر شہر میں ایک خاص حصہ معین کردو کیونکہ ان میں سے دور رہنے والوں کا بھی ویسا ہی حق ہے جیسا قریب رہنے والوں کا ہے اور تم ہر ایک کے حق کے نگہبان بنائے گئے ہو پس تم کو (نعمت و دولت کا) گھمنڈ اُن سے غافل نہ کرنے پائے کیونکہ تم محض اس بنا پر کہ امور مہمہ کو محکم طور سے انجام دے چکے ہو

فلا تشخص همك عنهم ولا تصعر خدك لهم وتفقد امور من لا يصل اليك منهم ممن تقتحمه العيون وتحقره الرجال ففرغ لاولئك ثقتك من اهل الخشية والتواضع فليرفع اليك امورهم ثم اعمل فيهم بالاعذار الى الله يوم تلقاه فان هؤلاء من بين الرعية احوج الى الانصاف من غيرهم وكل فاعذر الى الله في تادية حقه اليه وتعهد اهل اليتم وذوي الرقة في السن من لا حيلة له ولا ينصب للمسألة نفسه وذلك على الولاة ثقيل وقد يخففه الله ۔

پس تم اُن سے اپنی توجہ کو نہ ہٹاؤ اور اپنا چہرہ اُن سے (متکبرانہ) نہ پھیرو اور اُن میں سے جو لوگ تم تک نہ پہونچ سکتے ہوں جن کو آنکھیں دیکھنا پسند نہ کرتی ہوں اور لوگ اُنھیں حقیر جانتے ہوں اُن کے امور کا تجسس کرو اور اُن کی خبرگیری کے لئے اپنے معتمدین میں سے ایسے لوگوں کو دیگر خدمات سے فارغ کردو جو خدا کا خوف اور تواضع کی عادت رکھتے ہوں تاکہ وہ اُنکی خبریں تم تک پہونچائیں پھر تم اُن کیساتھ وہ برتاؤ کرو جس سے خدا کے سامنے اُنکی ملاقات کے دن عذر پیش کر سکو پس تمام رعیت میں سے یہ لوگ سب سے زیادہ انصاف کے محتاج ہیں لہذا ہر ایک کا حق اُسکو ادا کرکے خدا کے سامنے (پیش کرنے) کے لئے عذر مہیا کرلو اور اُن ایتام و سن رسیدہ لوگوں کی خبرگیری کرو جو نہ خود کوئی چارہ کار رکھتے ہوں اور نہ دوسروں کے آگے سائل بنکر کھڑے ہوتے ہوں اور یہ امر (عام طور سے) والیوں پر گراں ہوتا ہے اور اللہ آسان کردیتا ہے

بیعاً سمحاً بموازین عدل واسعار لاتجحف بالفریقین من البائع والمبتاع فمن قارف حکرۃ بعد نہیک ایاہ فنکل بہ وعاقب فی غیر اسراف

(۲۳) ثم اللہ اللہ فی الطبقۃ السفلی من الذین لاحیلۃ لہم والمساکین والمحتاجین واہل البؤسی والزمنیٰ فان فی ہذہ الطبقۃ قانعاً ومعتراً واحفظ للہ ما استحفظک من حقہ فیہم واجعل لہم قسماً من بیت مالک وقسماً من غلات صوافی الاسلام فی کل بلد فان للاقصی منہم مثل الذی للادنی وکل قد استرعیت حقہ فلا یشغلنک عنہم بطر فانک لاتعذر بتضییعک التافہ لاحکامک الکثیر المہم

بیع سہل اور موازین عدل کے مطابق ہو اور ایسے نرخ پر ہو جو فریقین (بائع و مشتری) میں سے کسی کو خسارہ میں نہ رکھے جو شخص تمھاری طرف سے ممانعت صادر ہو جانے کے بعد احتکار کا مرتکب ہو تو اُس پر بغیر کسی ظلم و زیادتی کے تعزیر و عقاب وارد کرو۔

(۲۲) پھر خدا سے اُس ادنیٰ طبقہ کی بابت ڈرو جو بیچارگان۔ مساکین۔ فقرا۔ آفت رسیدگان پر مشتمل ہے کیونکہ اس طبقہ میں قناعت پیشہ اور مانگنے والے (دونوں ہی طرح کے) لوگ ہوتے ہیں اور اُن کے لیئے خدا کا وہ حق محفوظ رکھو جسکی حفاظت کا اُس نے تم کو حکم دیا ہے اور اُن کے لیئے بیت المال اور اسلام کی اُن زمینوں کے غلات میں سے جو غنیمت میں حاصل ہوئی ہیں ہر شہر میں ایک خاص حصہ معین کرو کیونکہ ان میں سے دور رہنے والوں کا بھی ویسا ہی حق ہے جیسا قریب رہنے والوں کا ہے اور تم ہر ایک کے حق کے نگہبان بنائے گئے ہو پس تم کو (نعمت و دولت کا) گھمنڈ اُن سے غافل نہ کرنے پائے کیونکہ تم محض اس بنا پر کہ امور مہمہ کو محکم طور سے انجام دے چکے ہو [illegible]

فلا تشخص ہمک عنہم ولا تصعر خدک لہم وتفقد امور من لا یصل الیک منہم ممن تقتحمہ العیون وتحقرہ الرجال ففرغ لاولئک ثقتک من اہل الخشیۃ والتواضع فلیرفع الیک امورہم ثم اعمل فیہم بالاعذار الی اللہ یوم تلقاہ فان ہؤلاء من بین الرعیۃ احوج الی الانصاف من غیرہم وکل فاعذر الی اللہ فی تادیۃ حقہ الیہ وتعہد اہل الیتم وذوی الرقۃ فی السن ممن لاحیلۃ لہ ولا ینصب للمسئلۃ نفسہ وذلک علی الولاۃ ثقیل وقد یخففہ اللہ۔

پس تم اُن سے اپنی توجہ کو نہ ہٹاؤ اور اپنا چہرہ اُن سے (متکبرانہ) نہ پھیرو اور اُن میں سے جو لوگ تم تک نہ پہونچ سکتے ہوں جن کو آنکھیں دیکھنا پسند نہ کرتی ہوں اور لوگ اُنھیں حقیر جانتے ہوں اُن کے امور کا تجسس کرو اور اُن کی خبر گیری کے لیئے اپنے معتمدین میں سے ایسے لوگوں کو دیگر خدمات سے فارغ کردو جو خدا کا خوف اور تواضع کی عادت رکھتے ہوں تاکہ وہ اُنکی خبریں تم تک پہونچائیں پھر تم اُن کیساتھ وہ برتاؤ کرو جس سے خدا کے سامنے اُسکی ملاقات کے دن عذر پیش کر سکو پس تمام رعیت میں سے یہ لوگ سب سے زیادہ انصاف کے محتاج ہیں لہذا ہر ایک کا حق اُسکو ادا کر کے خدا کے سامنے (پیش کرنے) کے لیئے عذر مہیا کر لو اور اُن ایتام و سن رسیدہ لوگوں کی خبر گیری کرو جو نہ خود کوئی چارہ کار رکھتے ہوں اور نہ دوسروں کے آگے سائل بنکر کھڑے ہوتے ہوں اور یہ امر (عام طور سے) والیوں پر گراں ہوتا ہے اور اللہ آسان کر دیتا ہے

على اقوام طلبوا العاقبة فصبروا انفسهم ووثقوا بصدق موعود الله لهم

(اپنی توفیق سے) اُن لوگوں پر جو آخرت کے طالب ہو کر اپنے نفوس کو (جفاکشی پر) صابر بناتے ہیں اور مواعید الٰہیہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

(۲۳) واجعل لذوي الحاجات منك قسماً تفرغ لهم فيه شخصك وتجلس لهم مجلساً عاماً فتتواضع فيه لله الذي خلقك وتقعد عنهم جندك واعوانك من احراسك وشرطك حتى يكلمك متكلمهم غير متعتع فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله يقول في غير موطن لن تقدس امة لا يؤخذ للضعيف فيها من القوي غير متعتع ثم احتمل الخرق منهم والعي ونح عنهم الضيق والانف يبسط الله عليك بذلك اكناف رحمته ويوجب لك ثواب طاعته واعط ما اعطيت

(۲۳) اور (اپنے اوقات کا) ایک حصہ اہل حاجات کے لیے مخصوص کر دو جس میں تم اپنی ذات کو (دیگر اشغال سے) فارغ کر لو اور ایک مجلس عام میں آ بیٹھو جس میں اپنے خالق کے سامنے متواضع رہو اپنی فوج و نگہبانوں سپاہیوں کو اہل حاجت سے تعرض کرنے سے باز رکھو تاکہ بولنے والے بے خوف و دہشت تم سے کلام کر سکیں کیونکہ میں نے بہت سے مواقع میں رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ امت خدا کی تقدیس نہیں کرتی جس میں بے خوف و تردد قوی سے ضعیف کا حق نہیں لیا جاتا۔ اور اُنکی سخت کلامی و بدزبانی کو برداشت کرو اُن کی طرف سے اشکبار کو دور کر دو ایسا کرنے سے خداوند عالم اپنی رحمت کے اطراف کو تم پر وسیع کرے گا اور تم کو ثواب طاعت کا مستحق قرار دیگا۔ اور جو کچھ اُن کو عطا کرو

هنيئاً وامنع في اجمال واعذار۔

وہ خوشگوار طریق سے عطا کرو اور جو کچھ روکنا ہو وہ مہربانی و عذر طلبی کیساتھ روکو۔

ثم امور من امورك لا بد لك من مباشرتها منها اجابة عمالك بما يعيي عنه كتابك ومنها اصدار حاجات الناس يوم ورودها عليك بما تحرج به صدور اعوانك وامض لكل يوم عمله فان لكل يوم ما فيه واجعل لنفسك فيما بينك وبين الله افضل تلك المواقيت واجزل تلك الاقسام وان كانت كلها لله اذا صلحت فيها النية وسلمت منها الرعية وليكن في خاصة

(۲۴) پھر تمہارے امور میں سے ایسے امور بھی ہونگے جن کو تمہیں بذات خود انجام دینا پڑیگا (مثلاً) بعض خاص عرائض کا (اپنے ذاتی علم کے بموجب) جواب دینا جس سے کتاب (بسبب ناواقف ہونے کے) عاجز ہوں اور عامۃ ناس کی اُن حاجات کی بابت پیش کیے جانے کے دن ہی حکم صادر کر دینا جن سے تمہارے اعوان و انصار کے سینے تنگ ہوتے ہوں (اور وہ اپنی غرض سے اُس کو ٹالدینا چاہتے ہوں)

(۲۵) اور ہر روز کا کام اسی روز تمام کر دو کیونکہ ہر دن کے لیے مخصوص کام ہوا کرتے ہیں اور جو (معاملات) فقط تمہارے اور خدا کے درمیان ہیں اُن کو پورا کرنے میں اپنے اوقات کا افضل و اعظم حصہ صرف کرو اگرچہ تمہارے تمام اوقات خدا ہی کے لیے ہو جائیں گے جبکہ اُن میں تمہاری نیت درست اور رعیت بخیر و عافیت رہیگی۔

(۲۶) اور لازم ہے کہ خدا کے فرائض مخصوص

maablib.org

ما تخلص به لله دينك اقامة فرائضه التي هي له خاصة فاعط الله من بدنك في ليلك ونهارك ووفّ ما تقربت به الى الله من ذلك كاملاً غير مثلوم ولا منقوص بالغاً من بدنك ما بلغ واذا قمت في صلوتك للناس فلا تكونن منفراً ولا مضيعاً فان في الناس من به العلة وله الحاجة وقد سألت رسول الله صلعم حين وجهني الى اليمن كيف اصلي بهم فقال صل بهم كصلاة اضعفهم وكن بالمؤمنين رحيماً

واما بعد فلا تطولن احتجابك عن رعيتك

کا قائم کرنا ان امور میں سے قرار دو جن کے وسیلہ سے دینی اخلاص حاصل کرنا چاہتے ہو پس تم اپنی جسمانی قوتوں کو شب و روز خدا کی اطاعت میں صرف کرو اور جن اعمال کو تم تقرب خدا کی غرض سے بجالاتے ہو اُن کو تمام و کمال بجا لاؤ ناقص و مختل نہ رکھو خواہ تمہارے جسم کو کتنا ہی تعب پہونچے اور جب لوگوں کے ساتھ نماز میں کھڑے ہو تو اُس سے لوگوں کے متنفر ہو جانے کا سبب نہ ہو اور نہ خود نماز ضائع ہی کرو (یعنی اتنا طول نہ دو کہ لوگوں کو نماز سے نفرت ہو جائے اور نہ اتنا اختصار کرو کہ ارکان بھی ناقص رہ جائیں) اسلئے کہ جماعت میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو کوئی بیماری لاحق یا کوئی ضرورت درپیش ہوتی ہے جبکہ رسول خدا صلعم مجھے یمن بھیج رہے تھے اُس وقت میں نے پوچھا کہ میں ان کے ساتھ کس طرح نماز ادا کروں تو فرمایا کہ ایسی نماز ادا کرو جیسے کوئی ضعیف ترین انسان ادا کرتا ہے اور تم مومنین پر رحیم رہو۔

(۲۷) ان تمام باتوں کے علاوہ یہ خیال رکھو کہ رعیت سے بہت طویل مدت تک چھپے نہ رہا

فان احتجاب الولاة عن الرعية شعبة من الضيق وقلة علم بالامور والاحتجاب منهم يقطع عنهم علم ما احتجبوا دونه فيصغر عندهم الكبير ويعظم الصغير ويقبح الحسن ويحسن القبيح ويشاب الحق بالباطل وانما الوالي بشر لا يعرف ما توارى عنه الناس به من الامور وليست على الحق سمات تعرف بها ضروب الصدق من الكذب وانما انت احد رجلين اما امرء سخت نفسك بالبذل في الحق ففيم احتجابك من واجب حق تعطيه او فعل كريم تسديه

کرو کیونکہ رعیت سے حکام کے مخفی رہنے سے امور (متعلقہ) میں تنگی پیش آتی ہے اور وہ قلت اطلاع کا سبب ہوتا ہے رعیت سے حجاب میں رہنا باہر کی باتوں کے علم کو قطع کر دیتا ہے جس سے اُن کے نزدیک بڑی باتیں چھوٹی اور چھوٹی باتیں بڑی۔ اچھے کام بُرے اور بُرے امور اچھے معلوم ہونے لگتے ہیں اور حق باطل سے مخلوط (اور مشتبہ) ہو جاتا ہے آخر والی بھی بشر ہی ہے وہ اُن امور کو نہیں جان سکتا جن کو لوگ اسکی نظروں سے چھپا رکھتے ہیں اور حق (کی پیشانی) میں ایسی کھلی ہوئی کوئی علامت بھی نمایاں نہیں ہوتی جس سے وہ اقسام باطل سے (بظاہر نظر میں) ممتاز کر لیا جائے تم بھی دو ہی طرح کے آدمیوں کی ایک فرد ہو یا تو تم ایسے شخص ہو جسکا نفس حقوق کے عطا کرنے میں سخی ہے تو پھر چھپے کیوں ہو؟ آیا اُسی حق واجب کی وجہ سے جس کو تم عطا کر رہے ہو یا اُس نیک سلوک کے سبب سے جسکی تم بخشش عام رکھتے ہو؟ (یعنی امراء عموماً اسی خوف سے چھپتے ہیں کہ مستحقین اپنے حقوق مانگیں گے اور حاجتمند اپنی حاجات کو پیش کر کے باعث زحمت ہونگے

او مبتلی بالمنع فما اسرع کف الناس عن مسألتك اذا یئسوا من بذلك مع ان اکثر حاجات الناس الیك مما لا مؤونة فیه علیك من شکاة مظلمة او طلب انصاف فی معاملة۔

پس جبکہ تم خود لوگوں کے حقوق کو پورا کر دیتے ہو تو پھر احتجاب کس لئے؟ یا تم بخل کے مرض میں مبتلا ہو (اگر ایسا ہی ہے تو لوگ تمہاری طرف سے مایوس ہو کر خود ہی سوال سے بہت جلد باز آجائینگے پھر چھپکر بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے؟) ساتھ ہی اسکے بہت سی حاجتیں لوگوں کی ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں تم پر کوئی بار نہیں پڑتا جیسے کسی ظلم کی شکایت کرنا اور کسی معاملہ میں انصاف چاہنا (کہ اس میں تمہارا کچھ صرف نہیں اور نہ کوئی خاص زحمت ہے)

ثم ان للوالی خاصة وبطانة فیهم استئثار وتطاول وقلة انصاف فی معاملة فاحسم مادة اولئك بقطع اسباب تلك الاحوال ولا تقطعن لاحد من حاشیتك وحامتك قطیعة ولا یطمعن منك فی اعتقاد عقدة تضر بمن یلیها من الناس فی شرب او عمل مشترك

(۲۸) پھر یہ (معلوم ہونا چاہیئے) کہ والی کے بعض اقارب و خواص ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو دوسروں پر اپنے نفس کو مقدم رکھنے اموال ناس میں دست درازی۔ معاملات میں ناانصافی کی عادت ہوتی ہے پس ان باتوں کے اسباب کو قطع کر کے ان کے مادۂ شرور ہی کو منقطع کر دو (یعنی ان سے تمام اختیارات سلب کر لو) اور اپنے حواشی و اقارب کے لئے کوئی جاگیر نہ معین کرو اور ان کو اپنی طرف سے کسی ایسی زمین کے مل جانے کی طمع بھی نہ دلاؤ جس سے قرب و جوار کے لوگوں کو (ان کی کسی زمین کا

یحملون مؤونته علی غیرهم فیکون مهنأ ذلك لهم دونك وعیبه علیك فی الدنیا والآخرة

ہو) اور اس نقصان کا بار وہ دوسروں (یعنی قرب و جوار والوں) کے سر ڈالیں پس وہ تو خوش گوار نفع حاصل کریں اور تمہیں کچھ بھی نہ ملے اور اسکا عیب تم پر دنیا و آخرت میں لگا رہے۔

والزم الحق من لزمه من القریب والبعید وکن فی ذلك صابرا محتسبا واقعا ذلك من قرابتك وخاصتك حیث وقع وابتغ عاقبته بما یثقل علیك منه فان مغبة ذلك محمودة وان ظنت الرعیة بك حیفا فاصحر لهم بعذرك واعدل عنك ظنونهم باصحارك فان فی ذلك ریاضة منك لنفسك ورفقا برعیتك واعذارا تبلغ به حاجتك من تقویمهم علی الحق ولا تدفعن صلحا

(۲۹) اور حق کو لازم کرو اس شخص پر جس کے ذمہ فرض ہو خواہ وہ تمہارا مقرب ہو یا تم سے دور رہنے والا۔ اور تم اس امر میں صابر و ضابط رہو خواہ وہ (حق) تمہارے اقارب و خواص میں سے جس پر بھی واقع ہو اور اس امر کی عاقبت کی بہتری کا قصد کرو جو تم پر اس وقت تو گراں ہے مگر انجام اسکا بہتر ہے۔

(۳۰) اور اگر رعیت کو تمہاری طرف کسی ظلم کا سوء ظن پیدا ہو جائے تو تم اپنا عذر ان کے سامنے ظاہر کر دو اور ان کے فاسد خیالات کو اپنی طرف سے دور کرو اس (عذر طلبی) سے نفس کی ریاضت ہوگی اور رعیت پر مہربانی و شفقت اور تمہارا یہ مقصود بھی کہ تم ان کو حق پر قائم کرو پورا ہو جائیگا۔

(۳۱) اور تم کسی ایسی صلح کو کبھی رد نہ کرو جسکی

دعالك اليه عدوك ولله فيه رضى فان في الصلح دعة لجنودك وراحة من همومك وامنا لبلادك ولكن الحذر كل الحذر من عدوك بعد صلحه فان العدو ربما قارب ليتغفل فخذ بالحزم واتهم في ذلك حسن الظن وان عقدت بينك وبين عدوك عقدة او اولبيته منك ذمة فحط عهدك بالوفاء وارع ذمتك بالامانة واجعل نفسك جنة دون ما اعطيت فانه ليس من فرائض الله شئ الناس عليه اجتماعا مع تفرق اهوائهم وتشتت آرائهم من تعظيم الوفاء بالعهود وقد لزم ذلك المشركون فيما بينهم دون المسلمين لما استوبلوا من عواقب الغدر ولا تعذرن بذمتك

طرف تمہارا دشمن تم کو بلائے اور اُس میں خدا کی رضامندی بھی ہو اس لیئے کہ صلح سے فوج کو چین اور تم کو فکروں سے راحت حاصل ہوگی اور بلاد کو امن نصیب ہوگا لیکن صلح کر لینے کے بعد دشمن سے غافل نہ ہو جاؤ (بلکہ) پورا خوف رکھو کیونکہ دشمن اکثر صلح لیکر اسلیئے تمھارے پاس آتا ہے کہ غفلت میں تمھارے ساتھ دغا کرے پس تم حزم و احتیاط سے کام لو اور حسن ظن کو اس بارے میں برا سمجھو۔

اگر اپنے اور دشمن کے درمیان کچھ شرائط طے کر دیا اُس سے کوئی معاہدہ کر دو تو وفا کرکے اُسکا بوجھ اپنی گردن سے اوتارو اور امانت داری کیساتھ ذمہ داری کا لحاظ کرو اور جو کچھ تم نے عہد کر لیا ہے اُسکی حفاظت میں اپنے نفس کو سپر بناؤ (کیونکہ) فرائض الٰہیہ میں سے وفائے معاہدات سے بڑی کوئی شئے نہیں ہے جس پر لوگ باوجود خواہشوں اور رایوں کے اختلاف کے اجماع و اتفاق رکھتے ہیں اور اہل اسلام کیا مشرکین بھی اپنے باہمی معاملات کی وفا کو لازم سمجھتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ عہد شکنی کے نتائج مہلک ہوتے ہیں پس تم اپنی ذمہ داری کو نہ توڑو

ولا تخنس بعهدك ولا تختلن عدوك فانه لا يجترئ على الله الا جاهل شقي وقد جعل الله عهده وذمته امنا افضاه بين العباد برحمته وحريما يسكنون الى منعته ويستفيضون الى جواره فلا ادغال ولا مدالسة ولا خداع فيه ولا تعقد عقدا تجوز فيه العلل ولا تعولن على لحن القول بعد التاكيد والتوثقة ولا يدعونك ضيق امر لزمك فيه عهد الله الى طلب انفساخه بغير الحق فان صبرك على ضيق امر ترجو انفراجه وفضل عاقبته خير من غدر۔

اور اپنے عہد میں خیانت نہ کرو دشمن کو فریب نہ دو کیونکہ ایسا کرنا احکام الٰہیہ کی مخالفت پر جرأت کرنا ہے اور) خدا کے مقابلہ میں جرأت بدبخت جاہل کے سوا اور کوئی نہیں کرتا خدا نے اپنی رحمت سے عہد و ذمہ کو اپنے بندوں کے درمیان امن قرار دیا ہے اور ایسا محفوظ قلعہ جسکے استحکام کے بھروسہ پر لوگ رہتے ہیں اور اسکے جوار کی طرف بڑھتے ہیں پس اسمیں کسی طرح افساد و خیانت و فریب نہ چاہیئے۔

(۳۲) اور تم کوئی ایسا معاہدہ نہ کرو جس میں تاویل کرکے توڑ دینے کی گنجائش ہو اور (عہد نامہ) کی تاکید و توثیق کے بعد (اُس سے نکل جانے کے لیئے) کسی لفظی غلطی کی طرف مائل نہ ہو (یعنی معاہدات ایسے صاف و صریح الفاظ میں مرتب کیئے جائیں کہ اُن میں کسی توجیہ و تاویل کی گنجائش نہ ہو) اور عہد خدا کی وجہ سے کسی امر میں جو تنگی پیش آئے وہ اس کو ناحق فسخ کر دینے پر تم کو آمادہ نہ کرے کیونکہ کسی امر کی ایسی تنگی جسکی کشادگی اور حسن عاقبت کی تم امید رکھتے ہو اُس عہد شکنی سے بہتر ہے

تخاف تبعته وان تحبط بك
من الله فيه طلبة فلا
تستقبل فيها دنياك ولا آخرتك
اياك والدماء وسفكها بغير حلها
فانه ليس شيء ادعى لنقمة
ولا اعظم لتبعة ولا احرى
بزوال نعمة وانقطاع مدة من
سفك الدماء بغير حقها
والله تعالى مبتدئ بالحكم
بين العباد فيما تسافكوا من الدماء
يوم القيامة فلا تقوين
سلطانك بسفك دم حرام
فان ذلك مما يضعفه ويوهنه
بل يزيله وينقله ولا عذر لك
عند الله ولا عندي في قتل العمد
لان فيه قود البدن وان ابتليت
بخطاء وافرط عليك سوطك
او سيفك او يدك بعقوبة
فان في الوكزة فما فوقها
مقتلة۔

جسکے وبال کا تم کو خوف ہو اور اس امر کا کہ مواخذۂ الٰہی تم کو گھیر لے گا پس تم دنیا و آخرت میں اُس سے معافی بھی نہ مانگ سکوگے۔

(۳۳) اور ناحق و ناجائز خونریزی سے بچو کیونکہ کوئی امر اس سے زیادہ عذاب لانے والا۔ وبال عظیم کا باعث استحقاق زوال نعمت پیدا کرنے والا۔ مدت حکومت کو ختم کر دینے والا نہیں ہے اور خداوند عالم بروز قیامت بندوں کے درمیان سب سے پہلے اُن کی خونریزیوں ہی کا فیصلہ کرے گا پس تم ناجائز خونریزی سے اپنی سلطنت کو قوت دینا نہ چاہو کیونکہ وہ (بجائے قوت دینے کے) ضعف و خلل پیدا کرتی ہے بلکہ اُسکو فنا اور منتقل کر دیتی ہے اور قتل عمد میں نہ خدا کے نزدیک کوئی عذر باقی رہ سکتا ہے نہ میرے نزدیک۔ اسلئے کہ اُسمیں جسمانی قصاص لازم ہو جاتا ہے اور اگر تم خطا سے اُس میں مبتلا ہو جاؤ اور بے ارادہ تمہارے تازیانہ، تلوار یا ہاتھ سے عقوبت میں زیادتی واقع ہو جائے (جو مجرم کو ہلاک کر دے) تو ازبسکہ مشت زنی یا اُس سے بالاتر سزاؤں کے سبب قتل خطا بھی کبھی واقع ہو جاتا ہے

فلا تطمحن بك نخوة سلطانك
عن ان تؤدي الى اولياء المقتول حقهم
واياك والاعجاب بنفسك والثقة
بما يعجبك منها وحب الاطراء فان
ذلك من اوثق فرص الشيطان
في نفسه ليمحق ما يكون من احسان
المحسنين۔

ہو جاتا ہے لہٰذا تمہیں اپنی قوت کا غرور اولیائے مقتول کو حق دیت ادا کر دینے سے مانع نہ ہو

(۳۴) اور تم اپنے نفس کو اچھا سمجھنے اور اُسکی کسی بات پر جو تم کو بھلی معلوم ہو بھروسہ کرنے اور مبالغہ آمیز تعریفوں کو محبوب رکھنے سے بچو کیونکہ یہ امر شیطان کو پوری فرصت دیدیتا ہے کہ وہ انسان کے نفس میں دخل پائے اور نیکوں کی نیکیوں کو مٹا دے۔

واياك والمن على رعيتك باحسانك
او التزيد فيما كان من فعلك
او ان تعدهم فتتبع موعدك
بخلفك فان المن يبطل الاحسان
والتزيد يذهب بنور الحق
والخلف يوجب المقت عند
الله والناس قال الله تعالى
كبر مقتا عند الله ان تقولوا
ما لا تفعلون۔

(۳۵) اور تم رعیت پر احسان جتانے یا اُنکے سامنے اپنے کاموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے سے پرہیز کرو اور اس امر سے بھی کہ تم اُن سے کوئی وعدہ کرو اور پھر خلف وعدہ کر بیٹھو کیونکہ احسان جتانا احسان کو ملیامیٹ کر دیتا ہے اور اپنے کاموں کو واقع سے زیادہ دکھانا نور حق کو زائل کر دیتا ہے اور وعدہ خلافی خدا و خلق دونوں کے نزدیک ملامت و سرزنش کا مستحق بنا دیتی ہے خداوند عالم فرماتا ہے۔ یکبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون (یعنی خدا کے نزدیک یہ امر بڑے سرزنش کا باعث ہے کہ تم وہ باتیں منہ سے کہو جنکو عمل میں نہیں لاتے)

واياك والعجلة في الامور قبل اوانها

(۳۶) اور وقت سے پہلے کاموں میں جلدی کرنے سے پرہیز کرو

maablib.org

او التسقط فيها عند امكانها او اللجاجة فيها اذا تنكرت والوهن عنها اذا استوضحت فضع كل امر موضعه واوقع كل امر موقعه

اور (اسی طرح) اُن میں سستی کرنے سے بھی جبکہ (وہ) امکان کے اندر ہوں (یعنی جبکہ تم وقت پر اون کو انجام دے سکتے ہو) اور اُن پر اصرار کرنے سے بھی جبکہ اون کا قرین صواب ہونا معلوم نہ ہو اور اُن میں کمزوری ظاہر کرنے سے جبکہ وہ (حق) ظاہر ہو جائیں پس تم ہر امر کو اُسکی جگہ میں رکھو اور ہر کام کو اسکے موقع پر انجام دو۔

واياك والاستئثار بما الناس فيه اسوة والتغابي عما يعنى به مما قد وضح للعيون فانه ماخوذ منك لغيرك وعما قليل ينكشف عنك اغطية الامور وينتصف منك للمظلوم املك حمية انفك وسورة حدك وسطوة يدك وغرب لسانك واحترس من كل ذلك بكف البادرة وتاخير السطوة حتى

(۳۷) اور تم کسی ایسی چیز کو اپنے لیے مخصوص کرنے سے بچو جس میں سب لوگوں کے حقوق برابر ہوں اور (اسطرح لوگوں کے) اون مہتم بالشان امور میں تغافل کرنے سے (اجتناب کرو) جو نگاہوں کے سامنے واضح ہو چکے ہوں کیونکہ ان امور کی بابت دوسرے شخص کے لیے (یعنی جسکے حق میں تم نے تغافل کیا ہے) تم سے باز پرس کیجائیگی اور تھوڑی ہی دیر میں جملہ امور کے اوپر سے پردے ہٹ جائینگے اور مظلوم کا انتقام تم سے لے لیا جائیگا۔ اور اپنے جوش تکبر ہیجان غضب۔ ہاتھوں کی سطوت وصولت۔ زبان کی تیزی کو قابو میں رکھو اور ان سب (کے شرور) سے اپنی ذات کا تحفظ کرو (اسطرح) کہ بے اختیار صادر ہو جانے والے امور کو روکو اور حملہ آوری میں تاخیر کرو یہاں تک

يسكن غضبك فتملك الاختيار ولن تحكم ذلك من نفسك حتى تكثر همومك بذكر المعاد الى ربك

کہ تمھارا غضب ساکن ہو جائے اور ضبط و اختیار پر قابو پا جاؤ اور تم جب تک کہ پروردگار عالم کی طرف واپسی کو یاد کرکے اپنی فکروں کو زیادہ نہ کروگے اپنے نفس میں یہ قدرت پیدا نہیں کرسکتے

والواجب عليك ان تتذكر ما مضى لمن تقدمك من حكومة عادلة او سنة فاضلة او اثر بنبينا صلعم او فريضة فى كتاب الله فتقتدى بما شاهدت مما عملنا به فيها وتجتهد لنفسك فى اتباع ما عهدت اليك فى عهدى هذا واستوثقت به من الحجة لنفسى عليك لكيلا تكون لك علة عند تسرع نفسك الى هواها۔

(۳۸) اور تم پر واجب ہے کہ اگلے لوگوں کی گذشتہ باتوں کو یاد رکھو خواہ وہ حکومت عادلہ ہو یا سنت فاضلہ یا حدیث رسول صلعم یا فریضہ کتاب خدا اور اُسکی اُسی طرح پیروی کرو جیسے تم نے ہم کو کرتے دیکھا ہے اور اس عہدنامہ میں جو عہود میں نے تمھارے ذمہ عائد کیے ہیں اُن کا اتباع کرنے میں پوری جد و جہد کرو نیز اُن حجتوں کا اتباع کرنے میں بھی جو میں نے اپنے نفس (کی برأت) کے لیے تم پر مستحکم کردی ہیں تاکہ اُس وقت تمھارے لیے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے جبکہ تمھارا نفس اپنی خواہشوں کی طرف سبقت کرے اور میں خدا سے اُسکی رحمت کی وسعت۔ اور ہر امر مرغوب کو عطا کرنے پر اُسکی عظیم قدرت کا واسطہ دیکر اس امر کا سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمھیں خود اپنے نزدیک نیز خلق کے نزدیک اُس عذر واضح پر قائم رہنے کی توفیق عطا کرے جس میں اُسکی رضا ہے ساتھ ہی اُسکے بندوں میں بھی [illegible]

وانا اسأل الله بسعة رحمته وعظيم قدرته على عطاء كل رغبة ان يوفقنى واياك لما فيه رضاه من الاقامة على العذر الواضح اليه والى خلقه مع حسن الثناء فى العباد ۔

وجمیلا لاثر فی البلاد وتمام النعمۃ وتضعیفا لکرامۃ وان یختم لی ولک بالسعادۃ والشہادۃ انا الیہ راجعون والسلام علی رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ الطیبین الطاہرین وسلم تسلیما کثیرا والسلام

حاصل اور شہروں میں ہمارا اثر جمیل قائم ہو ہم پر اسکی نعمت تمام ہو اور عزت وکرامت زیادہ ہو نیز یہ (سوال کرتا ہوں) کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت وشہادت پر کرے بے شک ہم سب اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں

امیر المومنینؑ معاملات سیاست میں عوام وخواص سب کو برابر رکھتے تھے۔

آپکے خصوصیات میں سے یہ تھا کہ جملہ معاملات سیاست میں خواص وعوام سب کو برابر رکھتے تھے خواہ اخذ حقوق کا معاملہ ہو یا عطائے اموال کا کسی کو کوئی امتیاز واختصاص حاصل نہ ہو سکتا تھا جیسا مندرجۂ ذیل کتب وخطب سے واضح ہوتا ہے۔

امیر المومنینؑ کا خط ابن عباس کے نام

(۱) اما بعد فقد بلغنی عنک امر ان کنت فعلتہ فقد اسخطت ربک وعصیت امامک واخزیت امانتک بلغنی انک جردت الارض فاخذت ما کان تحت قدمیک واکلت ما تحت یدیک فارفع الی حسابک واعلم ان حساب اللہ اعظم من حساب الناس

(۱) اما بعد مجھ تک ایک امر کی خبر پہونچی ہے اگر تم نے وہ کیا ہے تو اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا اور اپنے امام کی نافرمانی کی اور اپنی امانت کی اہانت کی اور زمین کو خراب کر دیا پس جو کچھ تمھارے پاؤں کے نیچے تھا لے لیا اور جو کچھ تمھارے ہاتھوں میں تھا کھا لیا لہٰذا تم اپنا حساب میرے سامنے پیش کرو اور یہ جان لو کہ خدا کا محاسبہ انسان کے محاسبہ سے عظیم تر ہو گا۔

دوسرا خط ابن عباس کے نام

(۲) اما بعد فانی کنت اشرکتک فی امانتی وجعلتک شعاری وبطانتی ولم یکن رجل من اہلی اوثق منک فی نفسی لمواساتی وموازرتی واداء الامانۃ الی فلما رایت الزمان علی ابن عمک قد کلب والعدو قد حرب وامانۃ الناس قد خزیت وہذہ الامۃ قد فتکت وشغرت قلبت لابن عمک ظہر المجن ففارقتہ مع المفارقین وخذلتہ مع الخاذلین وخنتہ مع الخائنین فلا ابن عمک آسیت ولا الامانۃ ادیت وکانک لم تکن اللہ ترید بجہادک وکانک انما کنت تکید ہذہ الامۃ عن دنیاہم وتنوی غرتہم عن فیئہم فلما امکنتک الشدۃ فی خیانۃ الامۃ اسرعت الکرۃ وعاجلت الوثبۃ واختطفت ما قدرت علیہ من اموالہم المصونۃ لاراملہم

(۲) اما بعد میں نے تم کو اپنا شریک امانت بنایا تھا اور اپنے مخصوص لوگوں میں رکھا تھا اور میرے اقارب میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس پر مجھے تم سے زیادہ بھروسہ رہا ہو کہ وہ میری ہمدردی کریگا اور میرا بوجھ بٹائے گا اور میری امانت مجھکو ادا کرے گا مگر جب تم نے دیکھا کہ تمھارے بھائی پر زمانہ سخت آ گیا ہے دشمن ان سے برسر جنگ ہے اور امانت داری کا احترام باقی نہیں رہا ہے اور یہ امت بے باک اور خیر سے خالی ہو گئی تو تم نے بھی سپر کا رخ پلٹ دیا اور تم نے بھی چھوڑ دینے والوں کے ساتھ تم نے بھی انکا ساتھ چھوڑ دیا اور دوسرے خائنوں کی طرح تم نے بھی انکی خیانت کی پس نہ تم نے اپنے بھائی کے ساتھ کوئی ہمدردی کی اور نہ انکی امانت کو ادا کیا گویا اپنے (پچھلے) جہادوں سے خدا کی رضا کا ارادہ نہیں رکھتے تھے اور گویا تم اپنے رب کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل پر قائم نہ تھے (بلکہ) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کو انکی دنیا کے معاملہ میں فریب دے رہے تھے اور انکو مال غنیمت کی طرف سے غفلت میں ڈالدینے کی نیت رکھتے تھے یعنی ان کو غافل کرکے ان کا مال لوٹنا چاہتے تھے پس جب امت کے مال میں خیانت کرنے کی تمھیں قدرت حاصل ہو گئی تو تم نے بسرعت حملہ کر دیا اور بعجلت اسپر دوڑ پڑے اور جہاں تک تم سے ہو سکا ان کے وہ اموال جو بیوؤں

maablib.org

وایتامھم اختطاف الذئب الازل دامیۃ المعزی الکسیرۃ فحملتہ الی الحجاز رحیب الصدر بحملہ غیر متاثم من اخذہ کانک لا ابا لغیرک حدرت الی اھلک تراثامن ابیک و امک فسبحان اللہ اما تؤمن بالمعاد وما تخاف نقاش الحساب

اور یتیموں کے لیئے محفوظ تھے لے بھاگے جس طرح تیز و چابک بھیڑیا زخمی و شکستہ حال بکریوں کو اوچک لیجاتا ہے اور تم خوش خوش اوس مال کو حجاز کی طرف لا دیے گئے اور اوس پر دست بُرد کرنے میں گناہ گار ہونے کا کچھ بھی دھیان نہ کیا گویا تم اپنے ماں باپ کی میراث ہی لیکر وارد ہوئے ہو سبحان اللہ ! کیا تم معاد پر مطلق ایمان نہیں رکھتے اور (اوسدن) حساب کے مناقشہ کا تمھیں بالکل خیال نہیں ؟

ایھا المعدود کان عندنا من ذوی الالباب کیف تسیغ شرابا وطعاما وانک تعلم انک تاکل حراما وتشرب حراما وتبتاع الاماء وتنکح النساء من مال الیتامی والمساکین والمؤمنین والمجاھدین الذین افاء اللہ علیھم ھذہ الاموال واحرز بھم ھذہ البلاد فاتق اللہ واردد الی ھؤلاء القوم اموالھم فانک ان لم تفعل ثم امکننی اللہ منک لاعذرن الی اللہ فیک ولاضربنک بسیفی

اے وہ شخص جو (اس سے پہلے) ہمارے نزدیک اہل عقل میں شمار کیا جاتا تھا آخر تجھے کھانا پینا کس طرح گوارا ہوتا ہے در آنحالیکہ تو جانتا ہے کہ تیرا کھانا پینا سب حرام ہے تو لونڈیاں خریدتا اور عورتوں سے نکاح کرتا ہے۔ ایتام و مساکین و مومنین و مجاہدین کے اُن اموال سے جو خدا نے اُن کو عطا کیا ہے اور انھیں مجاہدین کے ذریعہ سے اُس نے ان شہروں کی حفاظت کی ہے بس خدا سے ڈر اور اس قوم کو اوس کے اموال واپس کر دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا اور خدا نے مجھے تجھپر قابو دیا تو میں تیری سزا کو خدا کے سامنے اپنا عذر بناؤں گا اور تجھے وہی تلوار

الذی ما ضربت بہ احدًا الا دخل النار وواللہ لو ان الحسن والحسین فعلا مثل الذی فعلت ما کانت لھما عندی ھوادۃ ولا ظفرا منی بارادۃ حتی آخذ الحق منھما وازیل الباطل عن مظلمتھما انتھی بقدر الحاجۃ نہج البلاغۃ

ماروں گا جو میں نے جس کو ماری وہ جہنم میں داخل ہی ہو کر رہا اور بخدا اگر حسن و حسین (علیہما السلام) بھی ایسا ہی کام کرتے جو تو نے کیا ہے تو اُن کے لیئے بھی میرے نزدیک کسی طرح نرمی کی گنجائش نہ ہوتی یہانتک کہ میں اُن سے وہ حق لیکر رہتا اور باطل کو دور کر چھوڑتا۔

امیر المومنین کا ایک کلام تقسیم مساواۃ کے متعلق

(۳) اتامرونی ان اطلب النصر بالجور فیمن ولیت علیہ واللہ ما اطور بہ ما سمر سمیر وما ام نجم فی السماء نجما لو کان المال لی لسویت بینھم فکیف وانما المال مال اللہ

(۳) کیا تم مجھے یہ حکم دیتے ہو کہ میں اُن لوگوں پر ظلم کر کے جن پر حاکم بنایا گیا ہوں نصرت (و قوت) طلب کروں واللہ میں تو کبھی قیامت تک اس کام کے گرد نہ جاؤں گا اگر یہ میرا ذاتی مال ہوتا تب بھی سب کو برابر ہی حصہ دیتا پھر یہ مال تو مال خدا ہے ہمیں مساواۃ کیونکر نہ ملحوظ رکھوں

سلا اس مقام پر یہ معلوم کر لینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ تقسیم اموال کی بابت دیگر مدعیان خلافت کا طرز عمل کیا تھا اس لیئے اُسکی اجمالی کیفیت ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

عہد خلافت اولیٰ | اس عہد میں جس طرح اموال تقسیم کیئے جاتے تھے اُسکی کیفیت اس روایت سے معلوم ہوتی ہے

قال القاضی ابو یوسف فی کتاب الخراج حدثنی ابن ابی نجیح قال قدم علی ابی بکر الصدیق مال فقال من کان لہ عند النبی صلعم عدۃ

قاضی ابو یوسف نے کتاب خراج میں کہا ہے کہ مجھ سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا کہ ابو بکر کے پاس مال آیا تو لوگوں سے کہنے لگے کہ جس سے رسول خدا صلعم نے کوئی وعدہ فرمایا ہو وہ

احوال مسلمین میں تصرف کرنے سے امیر المومنین کی احتیاط لیغ اور جناب عقیل کا ایک عبرت خیز واقعہ

(۴) واللہ لان ابیت علی حسك السعدان مسهدًا و اجر فی الاغلال مصفدًا احب الی من ان القی اللہ و رسولہ یوم القیامۃ ظالمًا لبعض العباد و غاصبًا لشیءٍ من الحطام وکیف اظلم احدًا النفس

(۴) بخدا اگر مجھے سعدان (ایک رخادار گھانس کا نام ہے) کے کانٹوں پر پڑے ہوئے جاگ کر رات بسر کرنی پڑی اور زنجیروں میں جکڑ کر کھینچا جاؤں تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہوگا بہ نسبت اسکے کہ میں خدا اور رسول سے بروز قیامت اس حالت میں ملاقات کروں کہ بندگان خدا میں سے کسی پر ظلم کیا ہو یا اسکے مال کو غصب کرلیا ہو میں اپنے اُس نفس کے لیئے کیونکر کسی

بقیۂ حاشیۂ صفحہ ۱۰۷

فلبّثت فجاءہ جابر بن عبداللہ فقال قال لی رسول اللہ صلعم لو جاء مال البحرین اعطیك هکذا وهکذا الثنیر بکفیہ فقال لہ ابوبکر خذ فاخذ بکفیہ ثم عدہ فوجدہ خمسمائۃ فقال خذ الفًا ثم اعطی کل انسان کان رسول اللہ صلعم وعدہ شیئًا وبقی بقیۃ من المال فقسمہ بین الناس بالسویۃ علی الصغیر والکبیر والحر والمملوك والانثی فخرج علی تسعۃ دراهم وثلث لکل انسان

[illegible]

میرے پاس آئے پس جابر بن عبداللہ اُنکے پاس آئے اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر بحرین سے مال آیا تو میں گنتا دونگا (یہ کہتے وقت) اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے جاتے تھے پس ابوبکر نے کہا کہ اچھا اس مال میں سے لے لو انھوں نے دونوں ہاتھوں سے لیا اور شمار کیا تو پانچ سو ۵۰۰ درہم تھے تب ابوبکر نے کہا کہ اِکہزار اور لے لو پس انھوں نے اکہزار لے لیا پھر اسی طرح ابوبکر نے ہر اُس شخص کو جس سے رسول خدا صلعم نے کوئی وعدہ فرمایا تھا اُس مال میں سے دیا اور بقیہ حصہ کو سب چھوٹے بڑے آزاد و غلام مرد و عورت پر برابر تقسیم کردیا پس ہر ایک کے حصہ میں ایک تہائی اور نو درہم آئے جب دوسرا

یسرع الی البلی قفولها ویطول فی الثری حلولها واللہ لقد رائیت عقیلاً وقد املق حتی استماحنی من برکم صاعًا ورائیت صبیانہ شعث الشعور غبر الالوان من فقرهم

ظلم کروں جسکی رجوع فنا کی طرف بہت جلد ہونے والی ہے اور خاک کے اندر اس کے قیام کی مدت نہایت طویل ہے واللہ میں نے عقیل کو نہایت شدید فقر کی حالت میں دیکھا اور اُنھوں نے تمھارے گیہوں میں سے (فقط) ایک صاع کا عطیہ چاہا اور میں نے اُن کے بچوں کی یہ حالت فقر کیوجہ سے دیکھی کہ اُن کے بال پراگندہ اور رنگ غبار آلود ہوئے ہیں

بقیۂ حاشیۂ صفحہ ۱۰۸

جاء مال اکثر من ذلك فقسمہ بین الناس فاصاب کل انسان عشرون درهمًا قال فجاء ناس من المسلمین وقالوا یا خلیفۃ رسول اللہ صلعم انك قسمت هذا فسویت بین الناس و من الناس ناس لهم فضل وسوابق وقدم فلو فضلت اهل السوابق والقدم والفضل بفضلهم قال فقال.

سال آیا تو اُس سے زیادہ مال اُن کے پاس آیا جس کو اسی طرح اُنھوں نے تقسیم کردیا ہر ایک کو بیس بیس درہم ملے اُس وقت مسلمانوں میں سے کچھ لوگ ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے خلیفہ رسول! تم نے تو اس مال کو سب پر مساوی تقسیم کردیا حالانکہ ان میں بعض لوگ بھی موجود ہیں جو دوسروں پر فضلیت رکھتے ہیں اور سابق الاسلام ہیں پس اگر تم اُن اہل سوابق و فضل کو اُن کے فضل کے اعتبار سے تقسیم مال میں بھی دوسروں پر فضلیت دیدیتے تو بہتر ہوتا یہ سنکر ابوبکر بولے کہ میں اُن سوابق

كأنما سودت وجوههم بالعظلم وعاودني مؤكدا وكرر عليّ القول مرددا فاصغيت اليه سمعي فظن اني ابيعه ديني واتبع قياده مفارقا طريقي فاحميت له حديدة

اُن کے چہرے (ایسے سیاہ ہو رہے ہیں) گویا عظلم (نیل یا ایسی ہی کوئی گھانس ہے) سے کالے کر دیے گئے ہیں اور عقیل نے مجھ سے اس کی بار بار درخواست کی پس میں نے اُن کی باتوں کی طرف (اس توجہ سے) کان دھرے کہ اُن کو یہ خیال ہو گیا کہ میں اپنا دین اون کے ہاتھ بیچ ڈالوں گا اور اپنے طریقہ کو چھوڑ کر اُن کی رسی کے پیچھے ہو لوں گا پس میں نے (اُن کی باتیں سننے کے بعد) ایک لوہے کو گرم کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹

اما ما ذكرتم من السوابق والقدم فما اعرفني بذلك وانما ذلك شئ ثوابه على الله وهذا معاش فالاسوة فيه خير من الاثرة

(ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۶۷)

وقدم کو تم سے بہتر جانتا ہوں جن کا تم ذکر کر رہے ہو مگر یہ وہ چیزیں ہیں جن کا ثواب آخرت میں خدا سے متعلق ہے اور یہ (جو میں دے رہا ہوں) معاش (یعنی مال دنیا) ہے۔ اس میں اسوہ کی پیروی کرنا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے سے بہتر ہے۔

خلیفہ اول نے زبیر کو خفیہ طور سے جاگیر دی۔

لیکن اس تقسیم عدل و مساوات کے ساتھ ساتھ بعض مواقع میں مخصوصین کو جاگیریں بھی دیدی جاتی تھیں اور وہ بھی بہت خفیہ طور سے جس سے کہانے اور دکھانے کے دانتوں کا فرق بخوبی ظاہر ہوتا ہے تفصیل واقعہ اس روایت میں ملاحظہ ہو

ثم ادنيتها من جسمه ليعتبر بها فضج ضجيج ذي دنف من المها وكاد ان يحترق من ميسمها فقلت له ثكلتك الثواكل يا عقيل اتئن من حديدة احماها انسانها للعبه وتجرني الى نار سجرها جبارها لغضبه اتئن من الاذى ولا ائن من لظى

اور اُن کے جسم کے قریب لایا تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں پس وہ اُس کی تکلیف سے دائمی مریض کی طرح چیخ اٹھے اور قریب تھا کہ جل جائیں تو میں نے اون سے کہا کہ اے عقیل تم پر رونے والیاں روئیں تم اس لوہے کی گرمی سے تو روتے ہو جسکو انسان نے محض کھیل کیلئے گرم کیا ہے اور مجھکو (دوزخ کی) آگ کیطرف کھینچنا چاہتے ہو جسکو جبار نے اپنے غضب سے روشن کیا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ تم تو (معمولی) تکلیف سے نالہ و شیون کرنے لگو اور میں آتش جہنم سے نہ کروں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۰

عن عروة قال دخلت على معاوية فقال لي ما فعل بالمسلول قلت هو عندي قال انا والله خططته بيدي اقطع ابو بكر الزبير فكنت اكتبها فجاء عمر فاخذ ابو بكر الكتاب فادخله في ثني الفراش فدخل عمر فقال كانكم على حاجة فقال ابو بكر نعم فخرج فاخرج ابو بكر الكتاب فاتممته

(کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۸۹)

یعنی عروہ سے مروی ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں معٰویہ کے پاس آیا تو وہ کہنے لگے کہ مسلول کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے تو وہ بولے کہ بخدا اس کا ہبہ نامہ میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا ابوبکر نے اسکو بطور جاگیر کے زبیر کو دیدیا تھا اور میں لکھنے میں مشغول تھا کہ اتنے میں عمر آگئے تو ابوبکر نے وہ تحریر مجھسے لیکر فرش کی تہ میں رکھدی جب عمر داخل ہوئے تو ہماری حالت دیکھکر کہنے لگے غالباً تم لوگ کسی کام میں ہو ابوبکر نے کہا کہ ہاں بس وہ باہر نکل گئے تب ابوبکر نے وہ نوشتہ نکالا اور میں نے اسکو تمام کر دیا۔

عہد خلافت ثانیہ | اس عہد کا طرز عمل روایات مندرجہ ذیل اور اُن کے علاوہ دیگر

تفقد حال رعایا (۱) عن ابی الصہبا قال رائیت علیاً بشط الکلاء یسئل عن الاسعار

ریاض نضرہ صفحہ ۲۳

(۱) ابو الصہباء سے مروی ہے کہ میں نے علی علیہ السلام کو نہر کلاء کے کنارے اجناس کا نرخ دریافت کرتے دیکھا تھا۔

بقیۂ حاشیۂ صفحہ ۱۱۱

روایات سے واضح ہوتا ہے۔

(۱) فلما کان عمر بن الخطاب وجاءتہ الفتوح قال لا اجعل من قاتل رسول اللہ صلعم کمن قاتل معہ ففرض لاھل السوابق والقدم من المہاجرین والانصار ممن شہد بدراً خمسۃ الاف وفرض لمن کان اسلامہ کاسلام اھل بدر دون ذلک انزلھم علی قدر منازلھم من السوابق۔ (ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۷)

(۱) پھر جب عمر بن خطاب خلیفہ ہوئے اور اُنکے پاس اموال فتوحات آئے تو اُنھوں نے فضلیت کا اعتبار کیا اور کہا کہ میں رسول اللہ صلعم سے لڑنے والوں کو (یعنی اون لوگوں کو جو عرصہ تک حضرتؐ سے لڑنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے) اُن کے ساتھ ہو کر جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ٹھیراؤں گا پس مہاجرین وانصار میں سے جو اہل سوابق وقدم بدر کی لڑائی دیکھے تھے اون کے لئے پانچ پانچ ہزار مقرر کیئے اور اہل بدر کے علاوہ دیگر اہل اسلام کے وظائف اس سے کم مقرر کیئے اور اُنکو لقدر اُنکے مراتب کے فضل و سوابق کے حصہ دار قرار دیا۔

(۲) عن الشعبی عن من شہد عمر بن الخطاب قال لما فتح اللہ علیہ وفتح فارس والروم جمع ناسا من اصحاب النبی صلعم فقال ما ترون۔

(۲) شعبی نے کسی ایسے شخص سے روایت کی ہے جس نے عمر بن خطاب کو دیکھا تھا وہ کہتا ہے کہ جب خدا نے عمر کو فتح فارس وروم نصیب کی تو اُنھوں نے اصحاب رسول میں سے کچھ لوگوں کو جمع کیا اور پوچھا کہ تمھاری رائے کیا ہے؟

(۲) عن عامر الشعبی قال وفدت سودۃ بنت عمارۃ بن الاشتر الھمدانیۃ علی معاویۃ بن ابی سفیان فاستاذنت علیہ فاذن لہا فلما دخلت قال کیف انت یا ابنۃ الاشتر فقالت بخیر فقال لہا انت القائلۃ یوم صفین لاخیک

(۲) عامر شعبی سے منقول ہے کہ سودۃ بنت عمارہ بن الاشتر معاویہ کے دربار میں آئی اور طالب اذن ہوئی معویہ نے اُسکو اذن دیدیا جب وہ داخل ہوئی تو معویہ نے اُس سے پوچھا کہ اے دختر اشتر! تیرا کیا حال ہے؟ کہا اچھا ہے پھر معویہ نے کہا کہ تو نے ہی اپنے بھائی کیلئے بروز جنگ صفین یہ اشعار کہے تھے کہ،

بقیہ حاشیہ ۱۱۲

فانی اری ان اجعل عطاء الناس فی کل سنۃ واجمع المال فانہ اعظم البرکۃ قالوا اصنع ما رائیت فانک ان شاء اللہ موفق قال ففرض الاعطیات فدعی الناس فقال عبد الرحمان بن عوف بنفسک فقال لا واللہ ولکن ابدأ ببنی ھاشم رھط النبی صلعم فکتب من شہد بدراً من بنی ھاشم من مولی۔

میری رائے تو یہ ہے کہ لوگوں کے عطیات کو سالانہ کردوں اور مال کو جمع کرتا رہوں کیونکہ یہ باعث برکت ہوگا لوگوں نے کہا کہ جو تمھاری رائے ہو عمل کرو کیونکہ انشاء اللہ تم موفق ہوگے راوی کہتا ہے کہ وظائف معین کرنے شروع کیئے اور اسوقت لوگوں کو طلب کیا پس عبد الرحمان بن عوف نے کہا کہ اپنی ذات سے شروع کرو وہ بولے کہ خدا کی قسم! ایسا نہیں کروں گا بلکہ بنی ہاشم سے شروع کروں گا پس بنی ہاشم میں سے جو لوگ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے خواہ وہ غلام ہو

مثر کفعل ابیك یاابن عمارۃ
یوم الطعان وملتقی الاقران
وانصر علیاً والحسینؑ رھطہ
واقصد لھند وابنھا بھوان
ان الامام اخاالنبی محمد
علم الھدی ومنارۃ الایمان

"اے ابن عمارہ نیزہ بازی اور بہادرونکے مقابلہ کے دن تو بھی اپنے باپ کیطرح آمادہ ہوجا اور علی و حسین (علیہما السلام) اور اُنکے گروہ کی مدد کر اور ہند اور اُسکے بیٹے (معاویہ) کو ذلیل کرنیکا قصد کر کیونکہ بے شک برادر رسول ہی امام ہے جو کہ علم ہدایت و منارۂ ایمان ہے"

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۳

وعربی لکل رجل منھم خمسۃ آلاف خمسۃ آلاف وفرض للعباس بن عبد المطلبؓ اثنی عشر الفاً ثم لمن شھد بدراً من بنی امیۃ بن عبد الشمس ثم الاقرب فالاقرب الی بنی ھاشم ففرض للبدریین اجمعین عربیھم وموالیھم خمسۃ آلاف خمسۃ آلاف وفرض للانصار اربعۃ آلاف اربعۃ آلاف وکان اول انصاری فرض لہ محمد بن مسلمۃ وفرض لازواج النبی صلعم عشرۃ آلاف عشرۃ آلاف وفرض لعائشۃ ام المومنین اثنی عشر

یا عربی ہر ایک کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار (درہم) مقرر کیا اور عباس بن عبد المطلب کا بارہ ہزار اسکے بعد بنی اُمیہ میں سے جو لوگ جنگ بدر دیکھے ہوے تھے پھر جو لوگ بنی ہاشم سے قریب تر تھے اُنکے وظائف (مراتب قرب کے لحاظ سے) معین کیے پس جملہ بدریین کے لیے خواہ عربی ہوں یا غلام پانچ پانچ ہزار معین کیے اور انصار کیلیے چار چار ہزار معین کیے اور انصار میں سب سے پہلے جن کا وظیفہ معین کیا وہ محمد بن مسلمہ تھے اور حضرت ازواج نبی کیلیے دس دس ہزار مقرر کیے سوائے عائشہ کے کہ اُن کا وظیفہ بارہ ہزار

قالت یاامیر مات الراس و بتر الذنب فدع عنك تذکار ما قدنسی قال ھیھات لیس مثل مقام اخیك قدنسی فقالت صدقت واللہ یاامیر ولکن اسٔلك باللہ اعفنی عما استعفیتہ قال و قدفعلت۔

اُس نے کہا کہ اے امیر! سر مرن ہوگیا اور دم قطع ہوگئی اب فراموش شدہ باتوں کا ذکر جانے دو معٰویہ نے کہا افسوس! تیرے بھائی جیسے شخص کا مرتبہ فراموش نہیں ہوسکتا وہ بولی کہ اے امیر! بخدا تم نے سچ کہا لیکن میری درخواست یہی ہے کہ جس امر سے معافی چاہتی ہوں اُسکو معاف کرو معٰویہ نے کہا کہ میں نے معاف کردیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۴

وفرض لمھاجرۃ الحبشۃ اربعۃ آلاف اربعۃ آلاف لکل رجل منھم وفرض لعمر بن ابی سلمۃ لمکان ام سلمۃ اربعۃ آلاف فقال محمد بن عبد اللہ بن جحش لم تفضل علینا عمر لھجرۃ ابیہ فقد ھاجر آباؤنا وشھدوا فقال عمر افضلہ لمکانہ من رسول اللہ صلعم فلیات الذی یستغیث بام مثل ام سلمۃ اغنیتہ۔

معین کیا اور مہاجرین حبشہ میں سے ہر شخص کا عطیہ چار چار ہزار معین کیا اور عمر بن ابی سلمہ کا عطیہ چار ہزار معین کیا اس لحاظ سے کہ وہ ام سلمہ کے بیٹے تھے اسپر محمد بن عبد اللہ بن حجش نے ٹوکا کہ آخر تم عمر کو ہم پر کیوں بڑھاتے ہو؟ اسلیے کہ اُن کے باپ مہاجر تھے تو ہمارے آبا نے بھی ہجرت کی تھی۔ عمر نے جواب دیا کہ میں اُنکو اُس تقرب کے لحاظ سے فضیلت دیتا ہوں جو رسول خدا صلعم سے اُنھیں حاصل تھا بس جو اس پر استغاثہ کررہا ہے وہ ام سلمہ

maablib.org

فقال لها حاجتك قالت یا امیر انك صرت للناس سیدا

پس کہا تیری کیا حاجت ہے وہ بولی کہ اے امیر اب تم لوگوں کے سردار بنگئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵

وفرض للحسن والحسین خمسۃ الآف خمسۃ الآف لمکانهما من رسول اللہ صلعم ثم فرض للناس ثلثمائۃ وادبعمائۃ للعربی والمولی وفرض لنساء المهاجرین والانصار ستمائۃ ستمائۃ وادبعمائۃ اربعمائۃ وثلثمائۃ ثلثمائۃ ومائتین وفرض لاناس من المهاجرین والانصار الفین الفین

(ازالۃ الخفاء مقصد دوم صفحہ ۶۷-۶۸)

جبسی اس لائے تو میں فریاد رسی کو حاضر ہوں اور حسنین کے وظائف بہ لحاظ قرب نبوی پانچ پانچ ہزار معین کیئے پھر باقی لوگوں میں سے ہر عربی وغلام کے عطیات حسب مراتب تین تین اور چار چار مقرر کیئے اور مہاجرین والنصار کی عورتونکے وظائف حسب حیثیات چھ چھ اور چار چار اور تین تین اور دو دو ہزار مقرر کیئے اور مہاجرین وانصار میں سے کچھ لوگوں کا وظیفہ دو دو ہزار معین کیا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عہد خلافت ثانیہ میں دو جدید قاعدے عالم وجود میں آئے اور وہ یہ ہیں :-

(۱) بجائے اسکے کہ اموال بارگاہ خلافت میں پہونچتے ہی تقسیم کر دیئے جاتے لوگوں کے سالانہ وظائف مقرر کیئے گئے۔

(۲) مستحقین کے طبقات معین کیئے گئے اور مختلف خصائص وتشخصات اور نسب واضافات کا لحاظ کرکے ایک کو دوسرے پر ممتاز ومشخص قرار دیا گیا اور انھیں نسبتوں سے وظائف کم وبیش مقرر کیئے گئے اگر بنظر دقیق دیکھا جائے تو معلوم

ولامورهم مقلد واللہ سائلك عما افترض علیك من حقنا ولا یزال تقدم علینا

اور ان کے تمام امور تمہاری گردن میں پڑ گئے ہیں اور خدا تم سے ہمارے ان حقوق کی بابت سوال کرے گا جو تم پر فرض ہیں تم ہمپر ہمیشہ ایسے شخص کو حاکم مقرر کرتے ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶

ہو جائے گا کہ یہی تفریق مراتب ودرجات اس امر کی باعث ہوئی کہ لوگ اپنی اپنی شخصیت کو دوسروں سے بالاتر سمجھنے لگے اور وہ خیالات اخوت ومساوات جو پہلے کلام الٰہی ”انما المؤمنون اخوۃ“ اور پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہم مواخاۃ قرار دیکر قائم کیئے تھے رفتہ رفتہ زائل ہونے لگے جس کا اثر یہیں تک محدود نہ رہا کہ ہر طبقہ اپنی تئیں اموال میں زیادہ حصہ کا مستحق سمجھنے لگا بلکہ تدریجاً بے شمار مفاسد پیدا ہو گئے اور امیر المومنین علیہ السلام کے عہد میں طلحہ وزبیر اور دیگر صحابہ سے جو کچھ حوادث وقوع میں آئے وہ اسی جدید کاروائی کے نتائج تھے جس سے خلافتمآب نے اپنے ”فاروق اعظم“ ہونے کا پورا ثبوت دیا تھا اگرچہ اسمیں اُس مخصوص تدبیر شوریٰ کو بھی بہت کچھ دخل تھا جسکی دوسری مثال تاریخ عالم میں نہیں ملسکتی چنانچہ روایت مندرجہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نکتہ کو خود امیر معویہ ہی نے ایک موقع پر ظاہر کر دیا ہے۔

ذکروا ان زیاداً اوفد ابن حصین علی معویۃ فاقام عندہ ما اقام ثم ان معویۃ بعث الیہ لیلاً فخلا بہ فقال لہ یا ابن حصین قد بلغنی

مذکور ہے کہ زیاد نے ابن حصین کو معویہ پاس بھیجا اور وہ وہاں ٹھہرا جب تک ٹھہرا۔ معویہ نے ایک رات اسکو تنہائی میں بلا بھیجا اور کہا کہ ابن حصین میں نے

من ینھض بعزک و یبسط	جو تمھاری عزت کے سہارے اوٹھتا
بسلطانک فیحصدنا حصاد السنبل	اور تمھاری قوت کے ذریعہ پھیلتا ہے
وید وسنا دیاس البقر ھذا	اور ہم کو سنبل کیطرح کاٹتا ہے اور گائے
ابن ارطاۃ قدم بلادی	کی طرح پائمال کرتا ہے یہ ابن ارطاۃ ہمارے شہروں پر
	حاکم مقرر کیا گیا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۷

ان عندک ذھنا وعقلا	سنا ہے کہ تم صاحب عقل و ذہن ہو پس میں ایک
فاخبرنی عن شئ اسألک عنہ	شئے کی بابت تم سے سوال کرتا ہوں اُسکو بتاؤ
قال سلنی عما بدالک	ابن حصین. جو دل میں آئے پوچھو۔
قال اخبرنی ما الذی شتتا مر	معٰویہ کس سبب سے مسلمانوں میں اختلاف
المسلمین وملاھُم و خالف بنیھم	ہوا؟
قال نعم قتل الناس عثمان	ابن حصین قتل عثمان کے سبب سے
قال ما صنعت شیئاً	معٰویہ تم نے کچھ نہ کیا (ذرا اور سوچو)
قال فسیر علیّ الیک وقتالہ	ابن حصین علی نے تمھارے اوپر چڑھائی
ایاک	کی اور تم سے لڑے
قال ما صنعت شیئاً	معٰویہ (پھر بھی) تم نے کچھ نہ کیا۔
قال فسیر طلحۃ والزبیر وعائشۃ	ابن حصین طلحہ و زبیر و عائشہ کا بر سر
وقتال علیّ ایاھم	جنگ ہونا اور علی کا اُن سے لڑنا
قال ما صنعت شیئاً	معٰویہ تم نے کچھ نہ کیا۔
قال ما عندی غیر ھذا یا امیر	ابن حصین میں تو اب کوئی جواب نہیں
المومنین	رکھتا

قتل رجالی واخذ مالی و	اُس نے ہمارے مردوں کو قتل کر ڈالا ہے
لولا الطاعۃ لکان فینا	اور ہمارا مال چھین لیا ہے اگر اطاعت مانع
عز ومنعۃ	نہ ہوتی تو ہم میں بھی عزت اور دفع
	کرنے کی قدرت موجود ہے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحہ ۱۱۸

	معٰویہ (اچھا) میں تمھیں بتاتا ہوں کہ
قال فانا اخبرک انہ	جس امر نے اہل اسلام میں پھوٹ ڈالدی اور
لم یشتت بین المسلمین ولا	اون کی خواہشوں میں اختلاف پیدا کر دیا
فرق اھواء ھم الا الشوریٰ	وہ شوریٰ تہا جس کو عمر نے چھ شخصوں کے درمیان
التی جعلھا عمر الی ستۃ	قرار دیا تہا۔ اور یہ اسلیئے ہوا کہ خدا نے محمدؐ
نفر وذلک ان اللہ بعث	صلعم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا
محمدا صلعم بالھدیٰ ودین	تاکہ مُشرکین کے علے الرغم دیگر ادیان پر اُسکو
الحق لیظھرہ علی الدین کلہ	غالب کر دے پس وہ حکم الٰہی کے مطابق
ولو کرہ المشرکون نعمل بما	عمل کرتے رہے پھر جب خدا نے حضرت کو
امرہ اللہ بہ ثم قبضہ	اپنے پاس بلالیا تو آپنے ابوبکر کو نماز میں
اللہ الیہ وقدم ابابکر	سب سے مقدم کر دیا تب لوگوں نے بھی اُنکو
للصلوۃ فرضوہ لامر دنیاھم	اپنے دنیاوی امور کیلئے منتخب کر لیا اس لیئے
اذ رضیہ رسول اللہ صلعم لامر	کہ رسول اللہ نے امر دینی کے لیئے اُنکو امام
دینھم فعمل بسنۃ رسول	منتخب کیا تھا الحاصل وہ سنت رسول پر عمل
اللہ صلعم وسار بسیرہ حتیٰ	کرتے اور آپ کی سیرت پر چلتے رہے یہانتک

maablib.org

فاما عزلتہ فشکر ذالک واما لاقعر ذالک فقال معٰویہ ایای تھددنی بقومک

اگر تم نے اسکو معزول کر دیا تو ہم تمھارے شکر گذار ہونگے ورنہ پھر تمھاری حقیقت پہچان لیں گے۔ اسپر معٰویہ نے کہا کہ تو اپنی قوم سے دھمکاتی ہے؟

بقیۂ حاشیۂ صفحہ ۱۱۹

قبضہ اللہ واستخلف عمر فعمل بمثل سیرتہ ثم جعلھا شوریٰ بین ستۃ نفر فلم یکن رجل منھم الا رجاھا لنفسہ ورجاھا قومہ وتطلعت الی ذلک نفسہ ولو ان عمر استخلف علیھم کما استخلف ابوبکر ما کان فی ذلک اختلاف۔

(عقد فرید ابن عبد ربہ جلد دوم صفحہ ۱۰۲)

کہ خدا نے انھیں بھی بلا لیا اور وہ عمر کو اپنی جگہ خلیفہ مقرر کر گئے اور وہ انھیں کی سیرت کے مطابق عمل کرتے رہے پھر وہ (آخر وقت) خلافت کو چھ شخصوں کے مشورے پر چھوڑ گئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہا جس نے اپنے لیے خلافت کی امید اور طمع نہ کی ہو اور اسکی قوم بھی اسی کے لیے امیدوار نہ بن گئی ہو اگر عمر نے بھی ابوبکر کی طرح کسیکو خلیفہ بنا دیا ہوتا تو اس امر میں کوئی اختلاف نہ پڑتا۔

بالجملہ اُس وقت جبکہ خیالات تشخص و امتیاز کا ہیجان اور جذبات حُب جاہ و منصب کا تلاطم رفتہ رفتہ درجۂ کمال کو پہونچ چکا تھا میدان خلافت وادی سیاست اتنا پُر آشوب و خارزار فتن و محن بن گیا تھا کہ کسی ایسے حکمران کا اوس میں سے دامن کشاں گذر جانا ناممکن تھا جو نہ محض تقوی شعار بلکہ امام المتقین ہو اور اتباع

واللہ لقد ھممت ان ارسل الیہ فینفذ فیک حکمہ فسکتت ثم قالت صلی الالہ علی روح تضمنہ قبر فاصبح فیہ العدل مدفونا

واللہ میرا ارادہ ہوتا ہے کہ تجھکو اسی کے پاس بھیجدوں کہ وہ اپنا حکم تجھ پر جاری کرے پس وہ خاموش ہو گئی اور کہنے لگی کہ خدا کی رحمت اُس روح پر جس پر قبر مشتمل ہو گئی ہے پس اُس میں مجسم عدل دفن کر دیا گیا ہے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحہ ۱۲۰

کتاب و سنت میں حد درجہ ثابت قدم و مستقل مزاج۔

عہد خلافت ثالثہ کتب تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۂ ثالث اموال مسلمین میں تصرف کرنے کے متعلق کسی استخارہ و استشارہ کے محتاج نہیں رہتے تھے اور اسکی تصدیق کیلئے علامۂ ابن عبد ربہ کی یہ تحریر کافی ہے۔

ومما نقم الناس علی عثمان انہ اویٰ طرید رسول اللہ صلعم الحکم بن ابی العاص ولم یؤوہ ابوبکر ولا عمر واعطاہ مائۃ الف وسیّر اباذر الی الربذۃ وسیّر عامر بن عبد قیس من البصرۃ الی الشام وطلب منہ عبد اللہ بن خالد بن اسید صلۃ فاعطاہ اربعمائۃ الف

یعنی عثمان پر لوگوں نے جو الزامات قائم کیے تھے اُن میں سے یہ بھی تھا کہ اُنھوں نے طرید رسول (یعنی جلاوطن کیے ہوے) حکم بن ابی العاص کو پناہ دی حالانکہ ابوبکر و عمر نے نہیں دی تھی اور اسکو ایک لاکھ کا عطیہ دیا اور ابوذر کو ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا اور عامر بن عبد قیس کو بصرہ سے شام کی طرف۔ اور عبد اللہ بن خالد بن اسید نے اُن سے انعام کی درخواست کی تو اسکو چار لاکھ دیدیے۔

فقال من ذاك۔ قال علی بن ابی طالب قال ما ادری علیك منہ اثراً قالت بلی اتتہ یوماً فی رجل ولاہ صدقاتنا

معویہ نے یہ سنکر کہا کہ وہ کون؟ کہا علی ابن ابی طالب علیہ السلام معٰویہ نے کہا میں تجھ پر اُن کی مہربانیوں کا کوئی اثر نہیں دیکھتا سودہ نے جواب دیا کہ ایک دن میں اُن کی خدمت میں ایک شخص کی شکایت لیکر گئی جسکو اُنھوں نے ہم پر عامل صدقات مقرر کیا تھا۔

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۱۲۱

وتصدق رسول اللہ صلعم بمھزون موضع سوق المدینۃ علی المسلمین فاقطعھا الحرث بن الحکم اخا مروان واقطع فدك مروان وھی صدقۃ لرسول اللہ صلعم وافتتح افریقیۃ واخذ خمسہ فوھبہ لمروان (عقد فرید جلد دوم صفحہ ۱۸۴)

اور مھزون کو جو بازار مدینہ کے ایک مقام کا نام ہے، جسے رسول صلعم نے عامۂ مسلمین کو بطور صدقہ کے عطا فرمایا تھا حرث بن حکم برادر مروان کی جاگیر بنا دیا اور فدک کو مروان کی جاگیر میں دیدیا حالانکہ وہ بھی صدقۂ رسول تھا اور افریقیہ کو جو فتح کیا تو اُسکا خمس لیکر مروان کو بخشدیا

آپکے اس طرز عمل کو حق بجانب کرنے کے لیے علمائے اسلام نے یہ تاویل کی ہے کہ اجتہاد نے آپکے نزدیک یہ ثابت کر دیا تھا کہ جو چیزیں نبی کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں اون پر خلیفہ کو حقوق مالکانہ حاصل ہو جاتے ہیں جیسا کہ اس کلام سے واضح ہوتا ہے۔

قال الحافظ ابن حجر انما اقطع عثمان فدك لمروان لانہ تاول۔

محصل اسکا یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے کہا کہ عثمان نے فدک کو مروان کی جاگیر اسلیے مقرر کر دیا کہ اپنے اجتہاد و تاویل سے یہ سمجھا تھا

فوجدتہ قائماً یصلی فانفتل من الصلوٰۃ ثم قال برافۃ وتلطف الك حاجۃ فاخبرتہ خبر الرجل فبکٰی۔

پس آپ کو نماز میں مشغول پایا۔ آپنے نماز کا سلسلہ تمام کر کے میری طرف بہ لطف و رأفت توجہ کی اور فرمایا کہ کیا تجھے کوئی ضرورت ہے؟ میں نے اس شخص کے حالات سے اطلاع دی آپ سُنکر رونے لگے

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۱۲۲

ان الذی یختص بالنبی یکون للخلیفۃ بعدہ فاستغنی عثمان عنھا باموالہ فوصل بھا بعض قربتہ (وفاء الوفا صفحہ ۱۶۱)

کہ وہ تمام اشیاء جو رسول کی مخصوص ملک تھیں وہ اون کے بعد خلیفہ کی ملک ہو گئی ہیں اور بسکہ عثمان خود اپنے اموال کیوجہ سے مستغنی ہو رہے تھے لہذا فدک کے ذریعہ حق قرابت و صلہ رحم کو پورا کیا۔

لیکن ہر عاقل ممیز یہ سمجھ سکتا ہے کہ بارگاہ خلافت ایسی کورانہ حمایت و تاویل کی شکرگذار نہیں ہو سکتی جس سے معترضین کیلئے سبیل اعتراض اور زیادہ وسیع و واضح ہو جائے اسلئے کہ حقوق و اموال مسلمین میں بیجا تصرف کرنا ایک غلطی ہے اور اُن کو اپنی مخصوص ملک قرار دے لینا دوسری خطا ہے جو اُس سے بدتر ہے اور بالفرض اگر یہ تاویل صحیح بھی ہو تب بھی صرف متروکات رسول میں کام دے سکتی ہے نہ کہ تمام اموال مسلمین کے متعلق بھی حالانکہ عبارت مندرجۂ بالا سے ظاہر ہوا کہ آپ جملہ اموال مسلمین و حقوق مومنین پر بے تامل مالکانہ تصرف فرماتے تھے محض متروکات رسول ہی کی تخصیص نہ تھی اور طرفہ تر یہ کہ آپ کا دعویٰ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طرز عمل تھا اس راہ میں آپ اُنھیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں چنانچہ کتاب امامت و سیاست ابن قتیبہ میں آپکا یہ کلام مندرج ہے۔

ثم رفع راسه الى السماء فقال اللّٰهم انت تعلم انی لم آمرهم بظلم خلقك و ترك حقك ثم اخرج من جيبه قطعة من جراب۔

پھر آسمان کی جانب سر اُٹھایا اور فرمایا کہ اے پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کو تیری خلق پر ظلم کرنے اور تیرے حق کو چھوڑ دینے کا حکم نہیں دیا ہے پھر آپ نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا۔

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۱۲۳

اما والله يا معشر المهاجرين والانصار لقد عبتم علی اشياء ونقمتم امورا قد اقررتم لابن الخطاب مثلها ولكنه وقمكم وقمعكم ولم يجترئ عليه احد يملأ بصره منه ولا يشير بطرفه اليه

(مطبوعہ مصر صفحہ ۲۶)

اے گروہ مہاجرین و انصار! تم نے مجھ پر ایسے عیب لگائے اور الزام قائم کیے ہیں کہ ویسے ہی عمر بن الخطاب کیلئے اُن کے سامنے تسلیم کر چکے تھے لیکن بات تو یہ ہے کہ انھوں نے تمھاری سرکچل دیئے تھے اس لیے کسی کو اتنی جرأت بھی نہیں ہو سکتی تھی کہ انکی طرف آنکھ بھر کے دیکھے یا آنکھ سے انکی جانب کوئی اشارہ کرے۔

اس کلام کو دیکھنے کے بعد دو امروں میں سے ایک کو تسلیم کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

امر اول یا تو یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حکمت علی کی جس شاہراہ پر حضرت عثمان چل رہے تھے جناب فاروق اسلام بھی اُسی پر چلتے تھے لیکن از بسکہ فطری شدت مزاج و غلظت قلب کے سبب اُن کے رعب و ہیبت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا تھا اسلیے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی تھی جیسا کہ حضرت عثمان کے ارشاد کے علاوہ خود ابن عمر کے اس کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۶ میں مندرج ہے اور وہ یہ ہے۔

قال ابن عمر لقد عيبت عليه — کہا ابن عمر نے کہ اُن پر ان امور کے الزام لگائے گئے

فكتب فيه بسم الله الرحمن الرحيم قد جاءتكم بينة من ربكم فاوفوا الكيل والميزان ولا تبخسوا الناس اشياءهم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها ذلكم خير لكم ان كنتم مؤمنين۔

اور اُس پر تحریر فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم بے شک تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس کھلی نشانیاں آگئی ہیں پس پیمانے کو پورا کرو اور لوگوں کی اشیا میں کمی نہ کرو اور زمین میں بعد اسکی اصلاح کے فساد پیدا نہ کرو یہی تمھارے حق میں بہتر ہے اگر تم ایمان دار ہو۔

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۱۲۴

قال ابن عمر لقد عيب عليه اشياء لو فعلها عمر ما عيب عليه

ابن عمر کہتے ہیں کہ اُن پر ایسی چیزوں کا الزام لگایا گیا کہ اگر عمر اُن کا ارتکاب کرتے تو اُن پر الزام نہ لگایا جاتا۔

امر ثانی یا یہ مان لیا جائے کہ حضرت عثمان کے کلام میں کسی قدر صدق کی کمی ہے اور ممدوح سے بوقت شوریٰ عبد الرحمان بن عوف صدر مجلس شوریٰ نے سنت شیخین کے تابع رہنے کا جو عہد و پیمان کیا تھا اب آپ اُس پر قائم نہ تھے اور اسی لیے عبد الرحمان آپ سے حد درجہ بیزار و ناراض بھی ہو گئے تھے جیسا کہ طرفین کی اس گفتگو سے واضح ہوتا ہے۔

فلما احدث عثمان من تأمير الاحداث من اهل بيته على الجلة من صحابة محمد قيل لعبد الرحمان هذا عملك قال ما ظننت هذا ثم مضى و دخل عليه وعاتبه وقال انما قدمتك على ان تسير فينا بسيرة ابی بكر و عمر۔

جبکہ عثمان نے وہ امور حادث کیے جو حادث کیے یعنی اپنے خاندان کے نوجوان کو اصحاب رسول پر امیر مقرر کر دیا تو لوگوں نے عبد الرحمان بن عوف سے کہا کہ یہ سب تمھارا کام ہے انھوں نے کہا مجھے اُس وقت (یعنی بوقت شوریٰ) ایسا گمان بھی نہ ہوا تھا پھر وہ عثمان کے پاس آئے اور بولے کہ میں نے تم کو اس شرط پر آگے بڑھایا تھا کہ ابوبکر و عمر کی سیرت پر چلو گر

اذا اتاك كتابی هذا فاحفظ بما فی یدیك حتی یاتیك من یقبضه منك والسلام۔

جب میرا خط تمکو ملے تو جو کچھ تمھارے پاس ہے اُسکو محفوظ رکھو یہاں تک کہ اُسکو تم سے لے لینے والا تمھارے پاس پہونچ جائے والسلام۔

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۱۲۵

فخالفتهما وحامیت اهل بیتك واوطأتهم رقاب المسلمین فقال ان عمر کان یقطع قرابته فی الله وانا اصل قرابتی فی الله قال عبد الرحمان لله علی ان لا اکلمك ابدا فلم یکلمه ابداً احتی مات ودخل علیه عثمان عائداً له فی مرضه فتحول عنه الی الحائط ولم یکلمه۔

(عقد فرید جلد صفحہ ۱۸۲)

اُن کے خلاف راہ اختیار کی اور اپنی خاندان والوں کی مدد شروع کردی اور اُن کو مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کردیا عثمان نے جواب دیا کہ عمر خدا کی راہ میں اپنی قرابت کو قطع کیا کرتے تھے اور میں بھی اُسی کی خوشنودی کے لیئے اپنی قرابت داروں سے صلہ رحم کرتا ہوں یہ سنکر عبد الرحمان بولے کہ بخدا اب میں کبھی تم سے بات نہ کروں گا پس وہ اُن سے مرتے دم تک ہمکلام نہ ہوے بیماری کیحالت میں عثمان عبادت کیلئے آئے تو اپنا منھ دیوار کی طرف پھیر لیا اور منھ سے کچھ نہ بولے۔

علامہ ابن عبد ربہ اور حافظ ابن حجر کا جو کلام پہلے نقل کیا گیا اُس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کو اُن کی دولت و ثروت نے فدک ایسی بڑی جائداد سے بالکل مستغنی اور چشم سیر بنا دیا تھا اور یہ کہ آپکے عہد میں ایسے بڑی علاقہ اور چار چار لاکھ درہم کا جاگیر و انعام کے طور پر مل جانا معمولی امر تھا ہم اس سے کچھ بحث کرنا نہیں چاہتے کہ آپکے ضرب المثل د

فعزله فقال معویة التبوا لها بالانصاف لها والعدل علیها فقالت الی خاصة ام لقومی عامة قال ما انت وغیرك قالت هی والله اذا الفحشاء واللوم ان کان عدلا شاملا والا یسعنی ما یسع قومی قال هیهات علمکم ابن ابی طالب الجرأة علی السلطان۔

(عقد فرید ابن عبد ربہ جلد اول صفحہ ۱۱۲)

الغرض امیر المومنین نے اُس عامل کو معزول کردیا پس معاویہ نے کاتبوں کو حکم دیا کہ تم بھی لکھدو کہ اس کے ساتھ عدل و انصاف کیا جائے اسپر وہ عورت بولی کہ یہ حکم تمھارا خاص میرے لیئے ہے یا عام طور سے میری تمام قوم کے لیئے؟ معویہ نے کہا کہ تجھے دوسروں کی کیا پڑی ہے؟ وہ بولی کہ یہ امر تو بہت برا اور قابل ملامت ہے اگر عدل سب پر شامل ہو تو بہتر ہے ورنہ جو میری قوم کا حال ہوگا وہی میرا ہوگا معویہ نے کہا کہ افسوس علی ابن ابی طالبؑ نے تم سب کو بادشاہوں کے سامنے گستاخی کرنے پر دلیر کردیا ہے۔

(بقیۂ حاشیہ صفحہ ۱۲۶)

شہرۂ آفاق غنا و ثروت کے حصول کے وسیع وسائل کیا تھے کیونکہ اُنکا صحیح اندازہ کرلینا اہل فہم کے لیئے یہ معلوم کرلینے کے بعد کچھ دشوار نہیں کہ اجتہاد و تاویل بھی ایک بہت کارآمد وسیلہ توفیر مال کا تھا جس سے تمام متروکات رسول ممدوح کی ذاتی ملک قرار پاچکے تھے البتہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مورخین کی وہ تحریرین ناظرین رسالہ کے سامنے لائی جائیں جن سے آپکے ذاتی متمول کی تفصیل معلوم ہوتی ہے نیز یہ کہ آپکے عہد خیر و برکت میں اکابر اصحابہ کتنے بڑے دولتمند صاحب ثروت بن گئے تھے اور روپے کی افراط وارزانی کیحالت میں اشیاء کی گرانی جو امر لازم ہے وہ کس مرتبہ پر پہونچ گئی تھی۔

(۱) قال المسعودی فی ایام عثمان مسعودی نے کہا کہ عثمان کے ایام خلافت میں

احترام عدل وانصاف

ومن امثلۃ عدلہ انہ رأی درعالہ عند رجل فتقاضیا الی شریح القاضی فوقف علی بجانب خصمہ احتراماً للعدل۔

(تاریخ تمدن اسلامی جلد ۴ صفحہ ۳۸)

آپ کے عدل کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپنے اپنی ایک زرہ کسی شخص کے پاس دیکھی تو بجائے اسکے کہ خود کوئی حکم صادر فرماتے قاضی شریح کے پاس دعویٰ پیش کیا اور بغرض احترام عدل وانصاف اپنے خصم کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷)

اقتنی الصحابۃ الضیاع والمال فکان لہ یوم قتل عند خازنہ خمسون ومائۃ الف دینار والف درہم وقیمۃ ضیاعہ بوادی القریٰ وحنین وغیرہما مائتا الف دینار وخلف ابلاً وخیلاً کثیرۃ وبلغ الثمن الواحد من متروک الزبیر بعد وفاتہ خمسین الف دینار وخلف الف فرس والف امۃ وکانت غلۃ طلحۃ من العراق الف دینار کل یوم ومن ناحیۃ السراۃ اکثر من ذلک وکان علی مربط عبد الرحمان بن عوف

صحابہ نے جائدادیں اور اموال حاصل کیے جسکی تفصیل یہ ہے کہ، جس دن وہ قتل کیے گئے اون کے خزانچی کے پاس ڈیڑھ لاکھ دینار اور دس لاکھ درہم موجود تھے اور جو زمین اونکی وادی القریٰ اور حنین وغیرہما میں تھی اوسکی قیمت دو لاکھ دینار تھی اور اپنے بعد بہت سے اونٹ اور گھوڑے چھوڑ گئے۔ اور بعد وفات زبیر کے ترکہ کے آٹھویں حصے کی قیمت پچاس ہزار دینار تھی اور علاوہ اسکے ایکہزار گھوڑے اور ایکہزار کنیزیں اپنے بعد چھوڑیں۔ اور طلحہ کے پاس عراق سے ایکہزار دینار کا غلہ روزانہ آتا تھا اور اطراف مقام سراۃ سے اس سے بھی زیادہ۔ اور عبد الرحمان بن عوف

اس واقعہ کو علامہ محمد بن طلحہ شافعی نے اپنی کتاب مطالب السؤل میں بالتفصیل یوں لکھا ہے (منقول از ارجح المطالب صفحہ ۱۸۰)

قال الشعبی وجد علیؑ درعالہ عند النصرانی فاقبل بہ الی شریح القاضی وجلس الی جانبہ وقال لوکان خصمی مسلماً لساویتہ وقال ہذا درعی فقال النصرانی ماہی الا درعی ولم یکذب امیرالمومنین۔

شعبی نے کہا کہ علی علیہ السلام نے ایک زرہ اپنی کسی نصرانی کے پاس پائی تو اسکو لیے ہوئے قاضی شریح کے پاس تشریف لائے اور ایک کنارے پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اگر میرا خصم مسلمان ہوتا تو میں اسکے برابر کھڑا ہوتا اور فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے اور آپ اس دعوی میں سچے تھے نصرانی نے کہا کہ نہیں یہ زرہ میری ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸)

الف فرس ولہ الف بعیر وعشرۃ آلاف من الغنم وبلغ الربع من متروکہ بعد وفاتہ اربعۃ وثمانین الفاً وخلف زید بن ثابت من الفضۃ والذہب ماکان یکسر بالفؤس غیر ما خلف من الاموال والضیاع بمائۃ الف دینار وبنی الزبیر دارہ بالبصرۃ وکذلک بنی بمصر والکوفۃ والاسکندریۃ وکذلک بنی طلحۃ دارہ بالکوفۃ

کے اصطبل میں ایکہزار گھوڑے تھے اور اونکے پاس ایکہزار اونٹ اور دس ہزار بکریاں تھیں اور اونکے بعد اونکے متروکات کے ایک ربع کی قیمت چوراسی ہزار دینار تھی اور زید بن ثابت اتنا سونا اور چاندی چھوڑ گئے جو کلہاڑیوں سے کاٹا جاتا تھا اور علاوہ اسکے ایک لاکھ دینار قیمت کے اموال و جائدادیں چھوڑیں اور زبیر نے ایک گھر بصرہ میں بنوایا اور اسی طرح مصر و کوفہ و اسکندریہ میں عمارتیں بنوائیں اور علی ہذا القیاس طلحہ نے کوفہ میں ایک مکان بنوایا

فقال شریح الک بینۃ قال لا وھو یضحک فاخذ النصرانی الدرع و مشی یسیرا ثم عاد وقال اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان ھذہ احکام الانبیاء امیر المومنین قدمنی الی قاضیہ وقاضیہ یقضی علیہ حکمہ ثم اسلم

شریح نے امیر المومنین سے کہا کیا آپ کوئی گواہ رکھتے ہیں؟ حضرت نے ہنسکر فرمایا کہ نہیں پس نصرانی نے زرہ اُٹھائی اور تھوڑی دور گیا اور پھر واپس آکر کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے احکام ہیں کہ امیر المومنین مجھے قاضی کے سامنے پیش کریں اور قاضی اُن کے مقابلہ میں اپنا فیصلہ جاری کرے پھر مسلمان ہوگیا۔

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۱۲۹

شید دارہ بالمدینہ وبناھا بالجص والآجر والساج وبنی سعد بن ابی وقاص دارہ بالعقیق ورفع سمکھا واوسع فضائھا وجعل علاھا شرافات وبنی المقداد دارہ بالمدینہ وجعلھا مجصصۃ الظاھر والباطن وخلف یعلی بن منبہ خمسین الف دینار وعقارا وغیر ذلک ما قیمتہ ثلثمائۃ الف دراھم انتھی

(مقدمہ ابن خلدون مطبوع مصر صفحہ ۱۱۲)

اور ایک عمارت مدینہ میں پختہ تعمیر کرائی جس میں گچ اینٹیں۔ ساج کی لکڑی لگائی گئی تھی اور سعد بن ابی وقاص نے اپنا مکان مقام عقیق میں بنوایا اوسکی چھت بلند اور فضا وسیع کرائی اور اُسکے کنگرے بنوائے نیز مقداد نے مدینہ میں ایک مکان بنوایا جسکے ظاہر و باطن دونوں جانب میں گچ کی گئی تھی اور یعلے بن منبہ نے پچاس ہزار دینار نقد اور جائداد اور اُسکے علاوہ اسباب اتنا چھوڑا جس کی قیمت تین لاکھ درہم تھی۔

(۲) فلم یزل المال متوافرا حتی

(۲) پس مال برابر بڑھتا رہا اور یہانتک نوبت

واعترف ان الدرع سقطت من علی عند مسیرہ فی صفین ففرح علی باسلامہ ووھب لہ الدرع وفرسا وشھد معہ قتال الخوارج۔

اور اقرار کیا کہ وہ زرہ امیر المومنین کی ہے آپکے پاس سے جنگ صفین کو جاتے ہوئے گر گئی تھی پس آپ اوسکے اسلام قبول کرنے پر بہت خوش ہوئے اور وہ زرہ مع ایک گھوڑے کے اسکو ہبہ کردی اور وہ نصرانی جنگ خوارج میں آپکے ساتھ رہا۔

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۱۳۰

لقد بیعت الجاریۃ بوزنھا ورقا وبیع الفرس بعشرۃ آلاف دینار و بیع البعیر بالف والنخلۃ الواحدۃ بالف (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۶)

پہونچ گئی کہ ایک کنیز اپنے وزن کے برابر نقرے سکہ پر فروخت کیجانے لگی اور گھوڑا دس ہزار اشرفیوں پر اور اُونٹ ایک ہزار دینار اور اور خرما کا درخت ایک ہزار دینار پر بکنے لگا

ان تمام باتوں کو محترم ناظرین کے پیش نظر کرنے سے مقصود فقط یہ دکھانا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے عہد خلافت میں صحابۂ کرام کے وہ حالات باقی نہیں رہے تھے جو چند سال پیشتر تھے اب زمانہ کی ہوا بدل چکی تھی اعیان صحابہ پنج ہزاری و ہفت ہزاری درجات اور وثیقہ داری کے مراتب کو طے کرتے ہوئے بڑے تعلقہ دار اور خزائن فارس و روم کے مالک ہو چکے تھے دنیا کی نظر فریب و زہد شکن و ورع گسل اداؤں کے ساتھ تمام تر ان کیطرف متوجہ ہوگئی لیس اُن حضرات سے جو بساط ثروت و امارت پر تازہ وارد تھے یہ امید نہیں کیجا سکتی تھی کہ امیر المومنین علیہ السلام کی اُس حکومت و سیاست کی مخلصانہ تائید و حمایت کریں گے جو محض زہد و تقوے اور اصول اخوۃ و مساواۃ پر قائم تھی اور ظاہر ہے کہ جب ارکان دولت و اعیان ملت تائید و حمایت سے منحرف اور شب و روز حتی الامکان در پے خلل اندازی رہیں گے تو کسی حکومت و سیاست کا منتظم

maablib.org

امیر المومنین کی تھوڑی سی مدت خلافت میں عدل و انصاف نے جس قدر رواج پایا تھا اور ظلم و جور کے آثار جس طرح محو ہو گئے تھے وہ ابوایوب انصاری کے اُس کلام سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے جس میں اہل کوفہ کو مخاطب کر کے یہ بیان کیا ہے کہ آپ کا مستقر خلافت بننے سے پہلے کوفہ کی کیا حالت تھی اور اب کیا ہے اور وہ کلام یہ ہے۔

ان امیر المومنین اکرمہ اللہ قد اسمع من کانت لہ اذن واعیہ وقلب حفیظ ان اللہ قد اکرمکم بہ کرامۃ

بے شک امیر المومنین نے وہ کلام حق سنا دیا اُس شخص کو جو سننے والا کان اور یاد رکھنے والا دل رکھتا ہے خدا نے اُنکے وسیلہ سے تمھیں کرامت عطا فرمائی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱

ہونا تو درکنار باقی و قائم رہنا بھی دشوار ہوگا اور بہت دشوار ہوگا پس امیر المومنین ع کے عہد خلافت ظاہرہ میں جس قدر خلل و فساد رونما ہوئے وہ سب اُنھیں درختوں کے پھل تھے جنکی تخم ریزی اور نشوونما خلافت ثانیہ و ثالثہ کے عہد میں ہوئی تھی چنانچہ مورخ جدید جرجی زیدان نے اپنی اس تحریر میں موخر الذکر کی تصریح بھی کر دی ہے۔

وفی ایامہ اقتنی الصحابۃ الضیاع واتبنوا الدور واختزنوا الاموال وتعودوا الغنی والترف فلما جاءھم علی بعدہ بما کان علیہ عمر من التزھد والتقشف اکبروہ وساعدھم علی التمنع قیام معاویہ واطماعھم بالاموال وسیاتی بیان ذلک۔
(تاریخ تمدن اسلامی جلد ۴ صفحہ ۲۷)

یعنی عثمان کے ایام خلافت میں صحابہ نے جائدادیں حاصل کیں اور عمارتیں بنوائیں اموال جمع کیے اور دولت و نعمت میں آسائش کی زندگی بسر کرنے لگے پس جب اُن کے بعد علی خلیفہ ہوئے اور وہ زہد و تنگ حالی لوگوں کے پاس لائے جو عمر کے زمانہ میں تھی تو سب نے بہت امر عظیم و پر مشقت سمجھا اُس پر معاویہ کا کھڑا ہو جانا اور لوگوں کو مال کی طمع دلانا اُسکو قبول نہ کرنے پر اور بھی معین ہوا جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔

ما قبلتموھا حق قبولھا حیث نزل بین اظھرکم ابن عم رسول اللہ صلعم وخیر المسلمین وافضلھم وسیدھم بعدہ یفقھکم فی الدین ویدعوکم الی جھاد المحلین فواللہ لکانکم صم لا تسمعون وقلوبکم غلف مطبوع علیھا فلا تستجیبون عباد اللہ الیس انما عھدکم بالجور والعدوان بالامس وقد شمل العباد وشاع فی الاسلام فذو حق محروم ومشتوم عرضہ ومضروب ظھرہ وملطوم وجھہ وموطوء بطنہ وملقی بالعراء فلما جاءکم امیر المومنین صدع بالحق ونشر العدل وعمل بالکتاب فاشکروا نعمۃ اللہ علیکم ولا تتولوا مجرمین

مگر تم نے جیسا چاہیے اُسکو قبول نہ کیا تمھارے درمیان وہ شخص وارد ہوا جو رسول کا بھائی اور تمام مسلمین میں بہتر و برتر اور رسول کے بعد اُنکا سردار ہے وہ تم کو دینی باتیں تعلیم کرتا ہے اور (حرام کو) حلال کر لینے والوں کے ساتھ جہاد کرنے کی دعوت دیتا ہے پس خدا کی قسم گویا بہری ہو کہ کچھ سنتے ہی نہیں اور تمھارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں مہر لگی ہوئی ہے جس سے اُن کی دعوت قبول نہیں کرتے۔ بندگان خدا! کیا ابھی یہ کل بات کی نہیں کہ تم ظلم و جور میں بسر کر رہے تھے؟ اور وہ (ظلم و جور) تمام بندگان خدا کو شامل تھا اور اسلام میں عام طور سے پھیلا ہوا تھا حقدار محروم تھا اُسکی آبرو برباد کی جاتی تھی اُسکی پیٹھ پر مار پڑتی تھی اور اُسکے چہرہ پر طمانچے لگائے جاتے تھے اور اُسکا پیٹ روندا جاتا تھا اور چٹیل میدان میں پڑا رہتا تھا پس جب امیر المومنین تمھارے درمیان تشریف لائے تو آپ نے حق کو عام کر دیا عدل و انصاف کو پھیلا دیا اور کتاب خدا پر عمل کیا پس خدا کی یہ نعمت جو تم کو ملی ہے اُس پر شکر خدا کرو اور منہ پھیر کر کفران نعمت کے مجرم نہ بنو

ولا تكونوا كالذين قالوا سمعنا وهم لا يسمعون
انتهى بقدر الحاجة (الامامة والسياسة ابن قتيبة صفحه ۱۲ المطبع مصر)
عفو عن المكافات
١- لما ظفر علي بمروان كان
اعدى الناس له واشد بغضا فصفح عنه
(شرح نهج البلاغة) (منقول از ارجح المطالب صفحه ۱۷۹)
(۲) لما ملك عسكر معاوية على الماء
واحاطوا بشريعة الفرات وقالت
رؤساء الشام له اقتلهم بالعطش
كما قتلوا عثمان عطشا وسأل
علي واصحابه ان يسوغوا لهم شرب
الماء فقالوا لا والله ولا قطرة حتى
تموت ظمأ كما مات ابن عفان
فلما رأى انه الموت لا محالة
تقدم باصحابه حمل على
عسكر معاوية حملات كثيفة
حتى ازالهم عن مراكزهم بعد
قتل ذريع وسقطت الرؤس والايادي
وملكوا علي الماء وصار اصحاب معاوية
في الفلاة لا ماء لهم فقال اصحابه وشيعته امنعهم
الماء يا امير المؤمنين كما منعوك ولا
تسقهم منه قطرة واقتلهم بسيوف العطش

اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں کہ
ہمنے سُنا مگر در حقیقت وہ سنتے ہی نہیں۔
(۱) جب امیر المومنینؑ نے مروان پر قابو پایا تو اُسے
درگذر فرمایا۔ حالانکہ وہ سب سے زیادہ آپ کا
دشمن اور بغض رکھنے والا تھا۔
(۲) جب معاویہ کا لشکر نہر پر قابض ہو گیا اور اُسکے
گھاٹ کو گھیر لیا تو رؤسائے شام اُس سے کہنے
لگے کہ تم بھی علیؑ اور اُن کے اصحاب کو پیاسا مارو
جس طرح ان لوگوں نے عثمان کو مارا ہے اور خود
علی علیہ السلام نے اصحاب معویہ سے سوال کیا
کہ پانی کو اُن سے نہ روکیں مگر اُنھوں نے جواب
دیا نہیں واللہ ہم ایک قطرہ بھی نہ دیں گے تاکہ
تم بھی ابن عفان کی طرح پیاسے ہی مر جاؤ۔
پس جب آپ نے دیکھا کہ لامحالہ موت کا سامنا ہے
تو اپنے اصحاب کو لیکر آگے بڑھے اور معویہ کے
لشکر پر سخت حملے کیے تا اینکہ اُن لوگوں کو اُنکے
مرکزوں سے ہٹا دیا اور گھاٹ چھین لیا اور
اصحاب معویہ بیابان بے آب میں گھر گئے پس
حضرت کے اصحاب نے عرض کی کہ یا امیر المومنین
جس طرح اُن لوگوں نے پانی بند کر دیا تھا
آپ بھی بند کر دیجئے اور پیاس ہی کی تلوار سے

وخذهم قبضا بالايدي فلا حاجة
لك الى الحرب فقال لا والله لا اكافيهم
بمثل فعلهم،
(ارجح المطالب صفحه ۱۷۹)
١- حدثني اسماعيل بن موسى
الفزاري قال حدثنا عبد السلام
بن حرب عن ناجية القرشي عن عمه
يزيد بن عدي بن عثمان قال رأيت
عليا خارجا من همدان فرأى
فئتين يقتتلان ففرق بينهما ثم
مضى فسمع صوتا يا غوثا بالله فخرج
يحضر نحوه حتى سمعت خفق
نعله وهو يقول اتاك
الغوث فاذا رجل يلازم رجلا
فقال يا امير المومنين بعت
ثوبا بتسعة دراهم و
شرطت عليه ان لا يعطيني
مغموزا ولا مقطوعا وكان
شرطهم يومئذ

ان کا کام تمام کر دیجئے اور پھر ان کو ہاتھوں سے
گرفتار کر لیجئے لڑنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوگی
تو آپنے جواب دیا کہ نہیں۔ واللہ میں اُن کی فعل کا
بدلہ ویسا ہی نہیں دونگا۔
(۱) مجھ سے اسماعیل بن موسیٰ الفزاری نے
بیان کیا اُس نے کہا کہ مجھ سے عبد السلام بن
حرب نے ناجیہ قرشی سے روایت کی اُس نے
اپنے چچا یزید بن عدی بن عثمان سے نقل کیا
اوس نے کہا کہ میں نے علی علیہ السلام کو ایکمرتبہ
ہمدان سے نکلتے ہوے دیکھا اثنائے راہ میں
آپنے دیکھا کہ دو فریق باہم لڑ رہے ہیں تو آپنے
دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا پھر آگے
بڑھے تو ایک آواز فریاد سُنی تو اُسکی سمت عجلت
روانہ ہوے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ تیرے
پاس فریاد رس پہونچ گیا جب وہاں پہونچے
تو دیکھا کہ ایک شخص دوسرے کے سر ہو رہا ہے
پس اوس نے آپ کو دیکھکر عرض کی کہ یا
امیر المومنین میں نے اسکے ہاتھ ایک کپڑا نو درہم
کو فروخت کیا اور شرط کر لی تھی کہ یہ مجھے عیبی
اور کٹے ہوے درہم نہ دے اور اُس زمانہ میں
ایسی شرط کر لینے کا عام رواج تھا مگر اُس نے

فاتيته بهذه الدراهم
ليبدلها لي فابى فلزمته فلطمني
فقال ابدله فقال بينتك على
اللطمة فاتاه بالبينة فاقعده ثم
قال دونك فاقتص فقال اني
قد عفوت يا امير المومنين قال انما
اردت ان احتاط في حقك
ثم ضرب الرجل تسع درات
وقال هذا حق السلطان

(تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۹۰)

شرط کے خلاف یہ ناقص درہم دیے۔ پس
میں اُنکو اسکے پاس لایا تاکہ بدل دے
لیکن اُس نے انکار کیا تب میں اُسکے پیچھے پڑگیا
اس پر اُس نے مجھے طمانچہ مارا۔ امیر المومنین نے
(خریدار سے) فرمایا کہ اُن درہموں کو بدل دے
پھر اُس (مستغیث) سے فرمایا کہ طمانچہ مارنے
پر تیرے پاس کوئی شاہد ہے؟ اُس نے شاہد
پیش کردیا تب آپ نے اُس (طمانچہ مارنے والے)
کو بٹھا کر (مستغیث سے) فرمایا کہ اپنا قصاص
اس سے لے لے تو وہ بولا کہ امیر المومنین! میں نے
معاف کردیا تب حضرت نے فرمایا کہ میں تیرے
حق میں احتیاط کرنی چاہتا ہوں پھر اُس شخص
کو بٹھا کر نو دُرّے مارے فرمایا کہ یہ حق سلطان
کا ہے۔

(۲) حدثني محمد بن عمارة
الاسدي قال حدثنا عثمان
بن عبد الرحمان الاصبهاني
قال حدثنا المسعودي عن
ناجية عن ابيه قال كنا
قياما على باب القصر اذ خرج
علي علينا فلما رأيناه تنحينا عن وجهه هيبة له

(۲) مجھ سے محمد بن عمارہ اسدی نے بیان کیا
اُس نے کہا کہ مجھ سے عثمان بن عبد الرحمان
اصفہانی نے بیان کیا اُس نے کہا کہ مجھ سے
مسعودی نے ناجیہ سے اور اوس نے اپنے
باپ سے روایت کی کہ ہم سب قصر کے دروازے
پر کھڑے تھے کہ علی علیہ السلام باہر تشریف لائے
ہم سب آپ کی ہیبت کے سبب ایک طرف ہٹ گئے

فلما جاز سرنا خلفه فبينا هو كذلك
اذ نادى رجل يا غوثا لله فاذا
رجلان يقتتلان فلكز صدر هذا
وصدر هذا ثم قال لهما
تنحيا فقال احدهما يا امير المومنين
ان هذا اشترى مني شاة وقد
شرطت عليه ان لا يعطيني مغموزا
ولا محذوفا فاعطاني درهما مغموزا
فرددته عليه فلطمني فقال
للآخر ما تقول فقال صدق يا
امير المومنين قال فاعط شرطه
ثم قال للاطم اجلس وقال
للملطوم اقتص قال او اعفو
يا امير المومنين قال ذلك
اليك قال فلما جاز الرجل
قال علي يا معشر المسلمين خذوه
فحمل على ظهر رجل كما
يحمل صبيان الكتاب ثم
ضربه خمس عشرة درة ثم
قال هذا انكال لما

جب آپ آگے بڑھے تو ہم سب پیچھے پیچھے چلے
درمیان راہ میں ایک شخص نے فریاد کی آواز بلند
کی دیکھا تو دو شخص آپس میں لڑ رہے ہیں آپ
نے دونوں کے سینوں پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ الگ
ہو جاؤ۔ اُن میں سے ایک نے عرض کی کہ اے امیر المومنین
اس شخص نے مجھ سے ایک گوسفند خریدی میں نے
یہ شرط کر لی تھی کہ مجھے عیبی یا کٹا ہوا درہم نہ دینا
مگر اس نے مجھے ایک ناقص درہم دیا جس کو میں نے
واپس کر دیا اس پر اس شخص نے مجھے طمانچہ مارا
یہ سنکر حضرت نے دوسرے شخص سے پوچھا کہ تو کیا
کہتا ہے؟ اوس نے کہا کہ امیر المومنین! اُس نے
سچ کہا ہے تب آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو اسکی شرط
پوری کر دی پھر اُسکو بیٹھ جانے کا حکم دیا اور
مستغیث سے فرمایا کہ تو اس سے اپنا قصاص لیلے
وہ بولا کہ امیر المومنین! کیا میں اُسکو معاف کر دوں؟
فرمایا کہ اسکا تجھے اختیار ہے پس جب وہ شخص (مجرم)
آگے بڑھا تو آپ نے فرمایا کہ مسلمانو! اس کو گرفتار کر لو
پس لوگوں نے اُسکو پکڑ لیا اور بچوں کی طرح ایک
شخص کی پیٹھ پر لاد کر حضرت کے سامنے لائے آپ نے
اُسکو پندرہ درے لگائے اور فرمایا کہ تو نے

من حرمتہ (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۹۱) کی یہ ہے یہ اُنکی سزا ہے،

بالجملہ جو کچھ لکھا گیا اُس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ جناب سرورکائنات صلعم کی حدیث مشہور امیر المومنین ع کی ذات مستجمع الصفات پر حرفاً حرفاً منطبق تھی اور وہ گویا ایک پیشنگوئی تھی جو حضرت کی تھوڑی سی مدت خلافت میں سراسر پوری ہوکر رہی اور وہ حدیث یہ ہے،

عن ابی سعید الخدری و معاذ بن جبل قالا قال رسول اللہ صلعم یا علی لک سبع خصال لا یحاجک فیھن احد یوم القیامۃ انت اول المومنین ایمانا واوفاھم بعھد اللہ واقومھم بامر اللہ وارئفھم بالرعیۃ واقسمھم بالسویۃ واعلمھم بالقضیۃ واعظمھم یوم القیامۃ عند اللہ مزیۃ

(ارجح المطالب صفحہ ۱۸۶، ریاض النضرہ صفحہ ۱۹۸)

ابوسعید خدری اور معاذ بن جبل سے مروی ہے ان دونوں صحابیوں نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اے علی تمھارے لیئے سات خصلتیں ایسی ہیں جن میں بروز قیامت کوئی شخص تم سے مخاصمت نہیں کرسکتا تم سب سے پہلے مومن ہو اور سب سے زیادہ عہد خدا کو پورا کرنے اور سب سے زیادہ اُسکے امر کو قائم کرنے والے اور سب سے زیادہ رعیت پر مہربان اور سب سے زیادہ برابر تقسیم کرنے والے اور معاملات میں سب سے زیادہ فیصلہ کے جاننے والے اور فضل و مزیت میں خدا کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ مرتبہ پانے والے ہو،

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین

الاحقر
(سید محمد رضی زنگی پوری)
(مولوی فاضل)

هو المعين

حضرات

یہ کتاب ابتداءً اپریل سنہ ۱۹۲۷ء تک چار چار صفحہ بطور ضمیمۂ الواعظ طبع ہوتی رہی مگر چونکہ اس کتاب کا متفرق عنوان سے شایع ہونا مولف محترم کی محنت کو ناقدری کے سپرد کردینے کا مرادف سمجھا گیا اور ایسی عدیم النظیر کتاب کے لیئے ناظرین کرام کو منتظر رکھنا بھی کچھ بھلا نہ معلوم ہوا لہذا یہ انتظام کیا گیا کہ اس کتاب کو مستقلاً طبع کردیا جائے الحمد للہ کہ محنت ٹھکانے لگی اور کتابت و طباعت و صحت کی امکانی کوششوں کے ساتھ ۹ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء کو یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوگئی، ناظرین کرام خود مستفیض ہوکر اپنے احباب کو بھی مستفید کرنے میں دریغ نہ فرمائیں، فقط

احقر
منیجر الواعظ

الواعظ پریس

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

آپکے واحد مرکز علمی ودینی کا مستحق توجہ پریس ہے جس میں خط کی پا
طباعت کی نفاست، اجرت میں کفایت، وعدہ کی پابندی ہمیشہ منظ
رہتی ہے آپ کا قومی واخلاقی فرض ہے کہ اس پریس کو یاد رکھیئے ان شا
خالی از اجر نہ ہوگا،

المشتہر

منیجر الواعظ لکھنؤ

محررہٗ سید شوکت حسین

maablib.org